میڈان رائیونڈ

تبلیغی جماعت کے بعض نظریات و خیالات کا علمی جائزہ

تصنیف : عبد المعز حقمل

جمع و ترتیب : ضرار خراسانی (المهاجر)

میڈان رائیونڈ

جمع وترتیب:

ضرار خراسانی (المہاجر)

انٹرنیٹ ایڈیشن:

حقوق طبع تمام مسلمانوں کیلئے محفوظ ہیں!!

* اس کتاب کا حق ہے اس کا مطالعہ کیجئے
* دوستوں کو مطالعہ کے لئے دیجئے
* انٹرنیٹ پر دوستوں کو ای میل کیجئے
* اس کے کاپی پرنٹ لیکر تقسیم کیجئے
* ان طریقوں پر عمل پیرا ہو کے کتاب کو بڑے پیمانے پر پھیلا یا جاسکتا ہے

اگر آپ حق کو سمجھ گئے ہیں تو اپنی ذمہ داری کو ادا کیجئے

اللہ ہم سب کا حامی ناصر ہو

" واللہ غالب علیٰ امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون "

اور اللہ اپنے امر میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں مانتے

فہرست

بسم اللہ الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد!

موجودہ تبلیغی جماعت نے اگرایک طرف لاکھوں افراد کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کی تو دوسری طرف اسمیں چند در چند غلطیاں بھی در آئیں ان میں سے بعض غلطیاں ناقابل برداشت ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ غلطیاں اکثر فکری ہیں۔

تبلیغی جماعت کی موجودہ صورت سے اکثر علماء غیر مطمئن اور شاکی ہیں خاص طور پر جہاد کی مخالفت اس جماعت کا گویا وصف لازم ہے جسے خاص وعام سب جانتے ہیں۔ جماعت کی گمراہیوں پر اہل علم یوم تاسیس سے آج تک تحریرا و تقریرا تنبیہ کرتے آئے ہیں لیکن اکثر کتابوں کو مارکیٹ سے غائب کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اب تک عام علماء کے ہاتھوں میں وہ ہتھیار نہیں آیا۔ جس کی وجہ سے وہ اس جماعت کی گمراہیوں کو طشت از بام کر سکیں اور اسی وجہ سے عام لوگ اسکی گمراہیوں سے کماحقہ آگاہ نہیں ہیں۔ کچھ علماء کرام یہ مانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں گمراہیاں آگئی ہیں لیکن ان کا خیال یہ ہے کہ خیر غالب ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے شر غالب ہے کیونکہ تہہ در تہہ گمراہیوں نے اس جماعت کو جکڑ لیا ہے۔

اس جماعت کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا مگر بعض کتابیں وزنی علمی زبان میں تھیں اور بعض نایاب۔۔۔ ان مضامین کی خصوصیت یہ ہے کہ جماعت کی ایک ایک گمراہی کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے اور اس کی زبان نسبتاً آسان ہے۔ اگر ان مضامین کو غور سے پڑھا گیا تو امید ہے کہ ایک بیداری آئے گی اور گمراہیوں مغالطوں سے پردہ ہٹے گا۔ ان شاءاللہ!

اس مجموعے کو آپ حصہ اول سمجھ لیں حصہ دوم بھی ان شاءاللہ جلد ہی پیش کیا جائے گا۔

ضرار خراسانی (المہاجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلاۃ والسلام علی من بعث بالسیف رحمۃ للعالمین امابعد!

یہ مضامین کچھ دوستوں کی خواہش پر لکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے قبولیت و نافعیت کا سوال ہے۔ مضامین میں اختصار کی کوشش کی گئی اس لئے اگر اہل علم انہی مضامین کی تفصیل کریں گے تو ان میں ایک ضخیم کتاب کا مواد موجود ہے۔ زبان کو عام فہم رکھنے کی کوشش کی گئی، عوام کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھا گیا۔ جن بھائیوں کو فائدہ ہو ان سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر زندگی اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے!

اپنے ایمان کا خیال رکھئے

اخوکم عبدالمعز حقمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائیونڈی پارٹی عرف تبلیغی جماعت کے فوائد و نقصانات،ان کو برداشت کرنے کی وجہ اور غلطی

(رائیونڈی پارٹی کے فوائد سب کے سامنے اور ناقابل انکار۔۔۔لیکن نقصانات انتہائی سنگین ۔۔۔ اثمھا اکبر من نفعھا ۔۔۔)

آیئے فوائد اور نقصانات کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

زید ایک گناہ گار آدمی ہے سر پر ٹوپی نہ پگڑی...داڑھی سے فارغ...جوے شراب اور دیگر گناہوں میں مبتلا ...نماز چند دنوں میں کبھی کبھار کوئی پڑھ لی...پھر زید ۴ مہینے لگا کر آتا ہے...سر پر پگڑی چہرے پر خوبصورت داڑھی...پانچوں وقت نماز باجماعت،ذکر و تلاوت،تہجد،اوابین،اشراق وغیرہ نوافل کا پابند...رائیونڈی ترتیب میں جڑا ہوا...دوسروں کو رائیونڈی ترتیب کی طرف راغب کرنے کی کوشش میں مگن...بات میں شائستگی... بڑی اچھی تبدیلی ہے...ہر کوئی دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور یہیں سے رائیونڈی پارٹی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور دیکھنا بھی چاہیے...محنت کی قدر ہونی چاہیے...یہ بہت بڑا کام ہے اس کی تحسین نہ کرنا بہت بڑا ظلم...لیکن...لیکن...لیکن اے کاش معاملہ یہیں تک ہوتا...لیکن افسوس کہ معاملہ صرف اتنا نہیں ہوتا بلکہ اس ظاہری اور مثبت تبدیلی کے ساتھ ساتھ ایک باطنی اور منفی تبدیلی بھی آتی ہے جس کی طرف لوگوں کا دھیان نہیں جاتا اور اسی وجہ سے رائیونڈی پارٹی ان کیلئے نا صرف قابل برداشت ہوتی ہے بلکہ قابل تحسین ہوتی ہے اور ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرنے والا قابل نفرین ٹھہرتا ہے۔

اب وہ باطنی اور منفی تبدیلی کیا ہے جس کی طرف لوگوں کا دھیان نہیں جاتا...تو سنیں جناب ...پہلے جب زید کسی عالم یا دین دار آدمی کو دیکھتا تو وہ اپنے اوپر افسوس کرتا کہ میں نے تو خود کو تباہ کر دیا کامیاب لوگ تو یہی ہیں ...اس کے دل میں حسرت کی ایک ٹھیس اٹھتی...اس عالم یا دین دار آدمی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا...لیکن اب کسی عالم یا دین دار آدمی کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ افسوس اس بیچارے نے اللہ کے راستے میں وقت

نہیں لگایا ہے افسوس یہ بیچارہ تو تباہ ہو رہا ہے ضائع ہو رہا ہے اور جب تک یہ اللہ تعالی کے راستے میں وقت نہیں لگائے گا تو اس پر دین کھلے گا کیسے ؟؟؟ .... اس بیچارے پر ابھی حقیقت نہیں کھلی۔

پہلے وہ علماء میں فرق مراتب کو جانتا تھا جس کا علم و تقوی زیادہ ہوتا تھا انہیں وہ زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور زیادہ اہمیت دیتا تھا لیکن اب اس کے پیمانے بدل گئے ... جس کا سال لگا وہ زیادہ اہمیت والا چاہے وہ عبارت بھی ٹھیک طرح سے نہ پڑھ سکے... ظاہر ہے کہ یہ طرز عمل قرآن وسنت کے صراحتا خلاف ہے۔

پہلے وہ سمجھتا تھا کہ جہاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ہمارے رسول ﷺ نے کافروں کے خلاف جہاد کیا ہے اور موجودہ دور میں کافروں نے جو ظلم و ستم کے بازار گرم کئے ہیں ان کے خلاف جو ہمارے مجاہدین بھائی لڑ رہے ہیں وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں... اور مجاہدین سے ان کو ایک دلی فطری محبت تھی جو ہر مسلمان کو ہوتی ہے... لیکن اب وہ سمجھتا ہے کہ جہاد ہمارے عظیم مقصد میں ایک رکاوٹ ہے۔ ہم نے پیار محبت اور حکمت سے کافروں کو جنت میں جانے والا بنانا ہے اب اگر ہم ان سے لڑیں گے تو ان کو اپنے قریب کیسے کریں گے ان کو جنت والے کیسے بنائیں گے... اگر ہم ان سے لڑیں گے تو وہ ہم سے نفرت کریں گے اور دور بھاگیں گے یوں وہ جہنم میں جانے والے بن جائیں گے ...اففففف... ہم پیار سے دنیا کو جنت کی طرف کھینچ رہے ہیں اور یہ بم پھاڑ پھاڑ کر ہماری محنت پر پانی پھیر رہے ہیں... اس طرح وہ جہاد کا منکر بن بیٹھتا ہے... لیکن مسلمان معاشرے میں اس کا برملا اظہار نہیں کر سکتا تو کج بحثیوں پر اتر آتا ہے... جہاد سے پہلے ایمان بنانا ... مکی دور... 313 کی تعداد... انبیاء قتل کیلئے آتے تھے یا ہدایت کیلئے ...اللہ کو اپنا بنالو اللہ تعالی خود لڑے گا... رسول اللہ ﷺ تو اس لئے لڑے تھے کہ کافر دعوت کے راستے میں رکاوٹ بنے تھے اب تو ہمیں ہر جگہ دعوت کی کھلی چھوٹ ہے (جہاد اقدامی کا انکار) اگر ہم لڑیں گے تو دعوت کا کام رک جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

پہلے وہ تھا تو مسجد اور درس قرآن سے دور لیکن درس قرآن کو ایک عظیم کام سمجھتا تھا اور کبھی کبھار اس میں بیٹھتا بھی تھا... لیکن... لیکن لیکن اب کہتا ہے کہ یہ ہمارے بزرگوں کی ترتیب نہیں ہے ہمارے بزرگوں کی بڑی بصیرت ہے اور کبھی کبھی لیاً بلسانہ کہتا ہے کہ درس قرآن اچھا کام ہے لیکن جو ہدایت اس کام (رائیونڈی ترتیب) سے پھیلتی ہے وہ کسی اور ترتیب سے نہیں پھیلتی... یہاں تو طلب والے آتے ہیں اصل کام تو بے طلبوں کے پاس جانا ہے۔

پہلے جب وہ کبھی مدرسے میں جاتا تھا تو سنبھل کر رہتا تھا کہ دیکھ میں بڑی پاک جگہ آیا ہوں یہاں بڑی نیک ہستیاں رہتی ہیں کہیں بے ادبی نہ ہو جائے ... لیکن اب آتا ہے تو دل میں یہ خیالات بٹھا کے آتا ہے کہ ان لوگوں کو اللہ کے راستے میں کیسے نکالا جائے ...آتے ہی کچھ رسمی تواضعی کلمات کے بعد شروع ہو جاتا ہے... ماشاءاللہ آپ لوگ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں (حالانکہ دل میں ہوتا ہے کہ وقت ضائع کر رہے ہیں) اس وقت باہر امت کو بہت ضرورت ہے اصل کام تو یہ ہے کہ بے طلبوں کے پاس جایا جائے...اور آٹھ دس کارگزاریاں (بے سند اور بے دست وپا) مولانا احسان صاحب نے فرمایا... مولانا سعد صاحب نے فرمایا ... بزرگوں نے فرمایا اور بڑوں نے فرمایا...اور پھر: ماشاءاللہ فلاں مدرسے میں بڑا دین کا کام ہو رہا ہے گزشتہ جمعرات کو اتنی جماعتیں اللہ کے راستے میں نکلیں اور فلاں مدرسے سے اتنے طلبہ اللہ کے راستے میں نکلے۔

پہلے وہ سمجھتا تھا کہ مفتی حضرات اچھا کام کر رہے ہیں لیکن... لیکن... لیکن اب وہ کچھ کچھ متردد سا ہو گیا ہے ... یہ کیوں کہتے ہیں کہ فلاں کے پیچھے نماز نہ پڑھو بریلویوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو... ہم جب تشکیل میں تھے ہم تو پڑھتے تھے... اگر ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے تو یہ ہمارے قریب کیسے آئیں گے... اس طرح وہ فرق زائغہ کی تردید کے ہر کام کو اسی نظر سے دیکھتا ہے... وہ دل دل میں سوچتا ہے یار یہ مولوی لوگ کیا کر رہے ہیں یہ فتوے یہ کتابیں یہ جلسے... یہ کیا کر رہے ہیں یہ تو لوگوں کو دور کر رہے ہیں... یہ اللہ کے راستے میں تو نکل نہیں رہے... دین کی حقیقت ان پر کیسے کھلے گی... لیکن ان خیالات کا وہ عام معاشرے میں برملا اظہار نہیں کر سکتا تو کچھ یوں کہتا ہے: اصل کام تو بے طلبوں کے پاس جانا ہے حضور ﷺ بے طلبوں کے پاس جایا کرتے تھے... کنواں نہیں بارش بنو... دین کی حقیقت تب کھلے گی جب باہر قریہ قریہ مارے مارے پھرو گے یوں بیٹھے بیٹھے دین کی حقیقت نہیں کھلتی... جو عالم سال لگاتا ہے اس کے علم میں نکھار آجاتا ہے اور پھر وہ جیسے امت کو سنبھال سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔

پہلے کبھی دوستوں کی مجلس میں دین کی بات آتی تو وہ ڈرتا تھا کہ کہیں غلطی نہ ہو جائے لیکن اب بھری مسجد میں دھڑادھڑ مجمع کے سامنے بیان کرتا ہے جس میں علماء بھی بیٹھے ہوتے ہیں آیات واحادیث پڑھتا ہے اور عقلی مثالوں سے دین سمجھاتا ہے ان کیلئے ہر وہ بات مستند ہوتی ہے جو انہوں نے بڑوں سے سنی ہوتی ہے ...اب وہ بعض دفعہ فتوے بھی دیتا ہے... اب وہ امام مسجد کی آزادی کا غاصب بھی بن گیا ہے، وہ بیچارہ ریاض الصالحین، معارف الحدیث اور ترغیب منذری سے حدیثیں سنانا چاہتا ہے مگر زید کی نظر میں یہ بزرگوں کی

ترتیب کے خلاف اور تبلیغ کی مخالفت ہے فضائل اعمال ہی ہر وقت ضروری ہے جو برکت فضائل اعمال میں ہے وہ کسی اور کتاب میں نہیں...اس کے ساتھ ساتھ زید اپنے امام مسجد کو مشورے دیتے ہیں کہ زیادہ مسائل بیان نہ کرو امت کمزور ہے ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ مسائل میں توڑ ھے فضائل میں جوڑ ہے۔

یہ ہے زید کی کہانی...اس طرح کے زید اب لاکھوں میں ہو گئے ہیں اور ان کی تعداد بڑھ رہی ہے... ظاہر درست ہو گیا باطن بگڑ گیا... اعمال درست ہو گئے عقیدے بگڑ گئے (جہاد ، نہی عن المنکر ، فتووں اور گمراہ فرقوں کی تردید کو اپنے راستے کی رکاوٹ سمجھنا...جہاد کا بعض دفعہ زیر لب انکار اور اکثر دفعہ کج بحثی) ہم سمجھتے ہیں شر غالب ہے... عوام کا بر سر منبر ہزاروں کے سامنے دین بیان کرنا موضوع احادیث ،آیات واحادیث کے خود ساختہ مطالب، من گھڑت مسائل ، خود ساختہ گمراہ کن عقلی مثالیں...اور یہ سلسلہ روزافزوں ترقی پر ہے ... تدارک ضروری ہے... علماء سنجیدگی سے غور فرمائیں... عقیدے کے بگاڑ کے ساتھ اعمال کی اصلاح کا کوئی فائدہ نہیں دفع مضرت اہم ہے جلب منفعت سے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۱

اللہ تعالیٰ انسان سے 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں

یہ جملہ مطلقا بولا جاتا ہے جو کہ بظاہر بہت خوشنما لیکن در حقیقت قرآن وسنت کی سینکڑوں آیات واحادیث سے ٹھکراتا ہے ۔ یہ در حقیقت اللہ کے دشمنوں (کافروں منافقوں) کیلئے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کرکے جہاد کو ختم کرنے کی کوشش ہے۔۔۔تاکہ نہ رہے کافروں سے دشمنی نہ جہاد ۔۔۔نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

قرآن سے تھوڑا بہت تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار کافروں کو اپنا دشمن قرار دیا ہے تو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کیسے ۔۔۔؟؟؟واضح رہے تمام منافق در حقیقت کفار ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی اللہ کے دشمن۔۔۔منافق صرف ظاہرا مسلمان ہوتے ہیں حقیقت میں کافر ہوتے ہیں اس لئے سخت ترین عذاب منافقین کو ہوگا۔

ان المنافقین في الدرك الاسفل من النار (وجہ کفر + دوغلاپن)

اب آتے ہیں ان آیات کی طرف جن میں شیطان،کافروں اور منافقین کی دشمنی کا ذکر ہے

"من كان عدوا لله و ملٰئكته و رسله و جبريل و ميكٰل فإن الله عدو للكافرين " (بقرة :۹۸)

"يٰآيها الناس كلوا مما فى الارض حلٰلا طيّبا وّ لا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين "

(بقرة : ۱۶۸)

"فإن كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة ....." (نساء : ۹۲)

"و اذا ضربتم فى الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلٰوة ؐ ان خفتم ان يّفتنكم الذين كفروا ط ان الكافرين كانوا لكم عدوا مبينا " (نساء : ۱۰۱)

”وکذلك جعلنا لکل نبي عدوا شیاطین الانس والجن یوحِیْ بعضهم اِلیٰ بعض زخرف القول غرورا ط ولو شآء ربّک ما فعلوه فذرهم و مایفترون “ (أنعام : ۱۱۲)

”وکذٰلك جعلنا لکل نبي عدوا من المجرمین ط وکفٰی بربّک هادیا وَّ نصیرا “ (فرقان : ۳۱)

” یٰبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ قد انجیناکم من عدوکم و وٰعدنٰکم جانب الطور الایمن ونزلنا علیکم المن والسلوٰی “ (طه : ۸۰)

”و دخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلٰن هذا من شیعته وهذا من عدوه ج فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه لا فوکزه موسٰی فقضٰی علیه قال هذا من عمل الشیطٰن ط انه عدوّ مّضلّ مّبین “ (قصص : ۱۵)

”فالتقطهٗ آل فرعون لیکون لهم عدوا و حزنا ط انّ فرعون وهامٰن و جنودهما کانوا خٰطئین “

(قصص : ۸)

”اَن اقذ فیه فی التابوت فاقذ فیه فی الیم فلیلقه الیم بالساحل یأخذه عدولي وعدو له ط و القیت علیک محبة منی ج ولتصنع علی عینی “ (طه : ۳۹)

” قالوآ اذینا من قبل ان تأْتینا و من م بعد ما جئْتنا ط قال عسی ربکم ان یهلك عدوکم و یستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون “ (الاعراف : ۱۲۹)

”واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدو الله وعدو کم و اٰخرین من دونهم لا تعلمونهم ج الله یعلمهم ط و ما تنفقوا من شیء فی سبیل الله یوف الیکم و انتم لا تظلمون “ (انفال : ۶۰)

”و ما کان استغفار ابرٰهیم لابیه الا عن موعدة و عدهآ ایّاه ج فلما تبین لهٗ انه عدو لله تبرأ منه ط ان ابرٰهیم لاوّاه حلیم “ (توبة :۱۱۴)

”فانهم عدولي الا رب العالمین “ (شعراء :۷۷)

”یاایها الذین آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة و قد کفروا بما جآءکم من الحق ج یخرجون الرسول و ایّاکم ان تؤمنوا بالله ربکم ط ان کنتم خرجتم جهادا فی سبیلی وابتغآء مرضاتی تسرون الیهم بالمودة صلے و انا اعلم بمآ اخفیتم و مآ اعلنتم ط و من یفعله منکم فقد ضلّ سوآء السبیل “ (ممتحنة :۱)

"یٰآیّھا الذین اٰمنوا کونوٓا انصَار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریّن من انصاریٓ الی اللہ ط قال الحواریّون نحن انصار اللہ فاٰمنت طآّئفة منۢ بنیٓ اسرآءیل و کفرت طآّئفة فأیدنا الذین آمنوا علی عدوھم فاصبحوا ظٰھرین " (صف :۱۴)

"واذا رایتہم تعجبک اجسامھم و ان یقولوا تسمع لقولھم ط کانھم خشب مّسنّدة ط یحسبون کل صیحة علیہم ھم العدو فاحذرھم ط قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون " (منافقون :۴)

"یاایھا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم و ان تعفوا و تصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رّحیم " (تغابن :۱۴)

"فان رجعك الله الی طائفة منہم فاستأذنوك للخروج فقل لن تخرجوا معي أبدا ولن تقاتلوا معي عدوا ط انکم رضیتم بالقعود اوّل مرّة فاقعدوا مع الخٰلفین " (توبة :۸۳)

اب بتاؤ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کہاں ؟؟؟ صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالی نے کافروں منافقوں کو ہمارا اور اپنا (پہلے اپنا اور پھر ہمارا) دشمن بتایا ہے بلکہ

"شر الدواب ۔۔۔ کالأنعام بل ھم أضل ۔۔۔ نجس ۔۔۔ صم بکم عمی"
جیسے نفرت انگیز پیرائے میں ذکر کیا ہے۔

یہ تو تھا کافروں اور منافقین کا معاملہ ۔۔۔اب آتے ہیں مسلمانوں کی طرف ۔۔۔ تو خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالی نے کچھ لوگوں کے بارے میں صاف فرمایا ہے کہ ان سے محبت نہیں جیسے ظالم، خائن، متکبر، مفسد۔اب چاہے یہ لوگ مسلمان ہوں یا کافر، اللہ تعالی کو ان سے محبت نہیں۔

دلائل

"و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لاتعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین" (بقرة :۱۹۰)

"و اما الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت فیوفیھم اجورھم ط واللہ لا یحب الظالمین " (آل عمران :۵۷)

"یمحق اللہ الرّبٰوا و یربی الصّدقٰت ط واللہ لا یحب کل کفار اثیم " (بقرة : ۲۷۶)

"ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا " (نساء :۳۶)

"و لا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ط ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما " (نساء : ۱۰۷)

"والله لا يحب المفسدين " (مائدة : ۶۴)

"و هو الذیٓ انشأ جنت معروشٰت و غیر معروشٰت و النخل والزرع مختلفا اكله والزيتون والرّمّان متشابها و غير متشابه ط كلوا من ثمرہٖ اذآ اثمر و اٰتوا حقه يوم حصاده و لاتسرفوا انه لا يحب المسرفين " (انعام : ۱۴۱)

"و اما تخافن من قوم خيانة فانۢبذ اليهم علىٰ سوآء ط ان الله لا يحب الخآئنين " (انفال : ۵۸)

" لا جرم ان الله يعلم ما يسرون و ما يعلنون ط انه لا يحب المستكبرين " (نحل : ۲۳)

"ان الله يدٰفع عن الذين اٰمنوا ط ان الله لا يحب كل خوان كفور " (حج : ۳۸)

"ان قارون كان من قوم موسٰى فبغٰى عليهم و اٰتينٰه من الكنوز مآ ان مفاتحه لتنوٓا بالعصبة اولى القوة اذ قال له قومه لا تفرح ان الله لا يحب الفرحين " (قصص :۷۶)

"و لا تصعر خدّک لناس ولا تمش فی الارض مرحا ط ان الله لا يحب كل مختال فخور "

(لقمان : ۱۸)

ظاہر ہے یہ لوگ اللہ تعالی کی محبت سے نکل گئے سود خوروں سے اعلان جنگ ہے " فان لم تفعلوا فأذنوبحرب من الله ورسوله " علم چھپانے والوں سے کوئی محبت نہیں لعنت ہے۔

"ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى من بعد ما بينّاه للناس في الكتاب اولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون " (بقرة : ۱۵۹)

پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر لعنت، محبت کوئی نہیں "ان الذين يرمون المحصنٰت الغافلات المؤمنات لعنوا في الدنيا والآخرة " (نور : ۲۳)

بات بہت لمبی ہو گئی احادیث کا ذخیرہ تو رہ گیا۔ لیکن اتنی بات سمجھ لیں کہ سینکڑوں احادیث میں طرح طرح کے لوگوں پر لعنت آئی ہے جیسے شراب خور ، شراب بیچنے والا ، خریدنے والا، لے جانے والا ، گواہ بننے والا، خود کو مردوں کی طرح بنانے والی عورتیں ، خود کو عورتوں کی طرح بنانے والے مرد وغیرہ وغیرہ۔

ہاں توبہ کرنے والوں سے چاہے شرک سے توبہ ہو یا کسی بھی گناہ سے ۔۔۔ اللہ تعالی بہت محبت کرتے ہیں کوئی حد و حساب نہیں۔۔۔ یا وہ لوگ جو گناہ کر کر کے ڈر بھی رہے تھے استغفار بھی کر رہے تھے۔۔۔ کھلم کھلا

گناہ سے باز رہتے تھے۔ایسے لوگوں کیلئے رحمت کی امید ہے۔لیکن جس طرح یہ لوگ بات کرتے ہیں تو یہ قرآن و حدیث کو ڈھادینے والی بات ہے۔۔۔ اللہ تعالی پر جری کردینے والی بات ہے ، کافروں اور فاسقوں کیلئے دلوں سے نفرت کی جگہ محبت ڈالنے والی بات ہے۔

بتاؤ! ایک آدمی ہزاروں لوگوں سے ہزاروں دفعہ منبروں پر مباحثوں میں مذاکروں میں سن چکاہے کہ اللہ تعالی کوایک انسان سے 70 ماؤں سے زیادہ محبت ہےاور خود بھی سینکڑوں دفعہ یہ کہہ چکاہے یہاں تک کہ یہ بات اس کے رگ وپے میں سرایت کرچکی ہے۔۔۔ کیا ایسا شخص کسی انسان کومارنے کی کوشش کرے گا؟؟؟ مارنا کیا اس کی طرف بندوق بھی سیدھی کرے گا؟؟؟

اسے کہتے ہیں جہاد کے خلاف غیر محسوس طریقے سے ذہن سازی۔۔۔اسے کہتے ہیں نورانی چال۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو درس قرآن سے چڑھے کہ اس میں ایسی آیتیں آتی ہیں جس سے ان کے کلیجے پھٹتے ہیں۔اسے کہتے ہیں " الولاء والبراء " کوذبح کرنا ۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۲

ہمیں کافروں سے نہیں، کفر سے نفرت ہونی چاہیے، فاسقوں سے نہیں، فسق سے نفرت ہونی چاہیے۔

یہ جملہ بھی بظاہر بڑاخوشنما لیکن در حقیقت زہر سے بھرا ہوا ہے۔یہ قرآن وسنت کے تو خلاف ہے ہی، عقل کے بھی خلاف ہے۔

دراصل ہوتا یہ ہے کہ جب ایک چیز کو زیادہ لوگ کہہ رہے ہوتے ہیں تو سوچے اور تحقیق کئے بغیر اس کی صداقت دل میں بیٹھ جاتی ہے گوفی نفسہ وہ صداقت سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔افسوس ہو رہا ہے کہ اتنی غیر معقول اور قرآن وسنت کے خلاف بات کی تردید میں وقت صرف کرنا پڑ رہا ہے۔اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب جبہ ودستار بھی اسی فلسفے کے اسیر ہیں۔

ارے بھائی! جب تک کافر وفاسق سے نفرت نہیں کروگے کفر وفسق سے نفرت عملاً ممکن ہی نہیں۔۔۔وہ صرف تمہارے دماغ شریف میں تشریف فرما ایک بے اثر فلسفہ ہوگا اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالی جہنم میں کفار وفساق کو ڈالے گا کفر وفسق کو نہیں۔۔۔ حدود وقصاص چوروں ڈاکوؤں زانیوں اور قاتلوں پر جاری کرنے کا حکم ہے ان کے اعمال پر نہیں۔۔۔ تمام دنیا میں بدلہ مارنے والے سے لیا جاتا ہے مار سے نہیں۔

کل جو آیتیں قسط ا میں ذکر کی تھیں ان پر غور کریں:

لا یحب الکافرین ۔۔۔ لا یحب الخائنین ۔۔۔ لا یحب المفسدین ۔۔۔لا یحب المعتدین۔۔۔لا یحب المسرفین۔۔۔لا یحب المستکبرین

اور دیگر تمام آیات جو کل عرض کی گئیں دوبارہ پڑھیں۔ان کے علاوہ بھی سینکڑوں آیات واحادیث ہیں جن میں کفار وفساق پر لعنتیں، غضب، دشمنیاں، نفرت کے پیرائے میں ذکر عذاب وغیرہ وغیرہ کاذکر ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ توکافروں کو اپنا دشمن قرار دے اور ہم ان سے نفرت نہ کریں؟؟؟ پھر کس منہ سے اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے دعوے؟؟؟

بحث کو سمیٹتے ہوئے چند آیات واحادیث کا مختصر اشارات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں

”قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ و لاباليوم الاٰخر و لا یحرمون ما حرّم اللہ و لا رسولہ و لایدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتی یعطوا الجزیة عن ید وھم صٰغرون“ (توبة :۲۹)

”بے ایمانوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے جب تک وہ ذلیل ہو کر جزیہ نہ دیں۔۔۔دیکھ بھائی! لڑنا نفرت اور دشمنی کے بعد ہوتا ہے اس لئے ہم کافروں سے نفرت بھی کریں گے دشمنی بھی کریں گے اور لڑیں گے بھی۔ اور جب وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو بھی ان کو ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (وھم صاغرون ۔۔۔) فقہاء نے لکھا ہے کہ جزیہ لیتے وقت ایسی صورت اختیار کریں گے جس میں ان کی ذلت ہو مثلا مسلمان بیٹھا ذمی کھڑا ہو۔۔۔جیسا کہ آج دفاتر میں یہ صورت مسلمانوں کے ساتھ اختیار کی جاتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے بھی یہی فرمایا تھا

”ارجع الیھم فلنأتینھم بجنود لا قبل لھم بھا ولنخرجنھم منھا اذلة وھم صاغرون “(النمل : ۷۳)

ذلیل اور سرنگوں کرکے نکالیں گے

محمد رسول اللہ والذین معه أشداء علی الکفار۔۔۔سورہ فتح کی آخری آیت ۔۔۔ کفار پر سخت۔۔۔یہ صحابہ کی شان ہے جس کی اللہ تعالی نے تعریف کی ہے۔۔۔ اور یہ چیز تو جناب نفرت اور دشمنی کے

بعد ہوتی ہے۔ کفار اور فساق سے نفرت کے صحابہ وتابعین اور ائمہ اسلاف کے واقعات تو بے شمار ہیں۔ بعض حضرات تو مبتدعین کی مساجد میں نماز تک پڑھنے سے گریز کرتے تھے۔ گناہ سے نفرت ہو، گناہ گار سے نفرت نہ ہو تو اللہ کا عذاب آتا ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ : إن أول ما دخل النقص على بني إسرائيل أنه كان الرجل يلقى الرجل فيقول يا هذا اتق الله ودع ما تصنع فانه لا يحل لك ثم يلقاه من الغد وهو على حاله فلا يمنعه ذلك أن يكون أكيله و شريبه وقعيده ، فلما فعلوا ذلك ضرب الله قلوب بعضهم ببعض ، ثم قال لعن الذين كفروا من بني إسرائيل ..... فاسقون .....

(رواه ابوداود والترمذي وقال حديث حسن .... لفظه لابي داود)

اس حدیث کا خلاصہ یہی ہے کہ بنی اسرائیل گناہ سے نفرت کرتے تھے گناہ گار سے نہیں۔۔۔ گناہ سے منع کرتے تھے لیکن گناہ گار سے اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا ترک نہیں کرتے تھے۔۔۔ یعنی تعلقات متاثر نہیں ہونے دیتے تھے اس وجہ سے مستحق عذاب ٹھہرے۔۔۔ معلوم ہوا کہ فسق اور فاسق دونوں سے نفرت ضروری ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالی نے ایک گاؤں کو ہلاک کرنے کا حکم فرمایا: فرشتے نے عرض کیا فلاں نیک بندہ؟ فرمایا: به فابدأ فانه لم يتمعر وجهه فی ساعة قط (رواه الطبراني في الاوسط والبيهقي في الشعب) نیک بندے سے ہلاکت کی ابتدا کرنے کا فرمایا وجہ؟ اللہ کیلئے چہرہ نہیں بگڑا۔۔۔ ارے بھائی یہ گناہ گار سے نفرت کے اظہار کیلئے ہوتا ہے چہرے کا بگاڑنا۔

" لا تبدأوا اليهود والنصارى بالسلام وإذا لقيتموهم في الطريق فاضطروهم إلى أضيقه " (رواه مسلم) ، کافر کو ابتدا بالسلام نہیں کرنا ، راستے میں آمنا سامنا ہو جائے تو تنگ راستہ چلنے پر مجبور کرنا ہے۔ یہ ان لوگوں کے ساتھ معاملہ ہے جو آپ کی ماتحتی قبول کر چکے ہوں یعنی ذمی اور آج حربی بدمعاشوں سے بھی نفرت کے قائل نہیں۔

کچھ احادیث جن میں اللہ تعالی کے بغض اور نفرت کا ذکر ہے، جن سے اللہ کی نفرت ان سے ہماری نفرت۔

"تخلقوا باخلاق الله ثلاثة يحبهم الله وثلاثة يبغضهم الله ....والثلاثة الذين يبغضهم الله الشيخ الزاني والفقير المختال والغني الظلوم ...." (النسائي والترمذي)

"الانصار لا يحبهم الا مؤمن ولا يبغضهم الا منافق فمن أحبهم أحبه الله ومن أبغضهم أبغضه الله ..." (البخاري ومسلم)

"ان الله ليبغض الفاحش البذي ..." (الترمذي)

"ان الله يبغض البليغ من الرجال الذي يتخلل بلسانه كما تتخلل البقرة ...."

(الترمذي ، ابوداود أحمد)

تشبه بالكفار والفساق ممنوع ..." ان کی مخالفت کا حکم

صحیح بات یہ ہے کہ ہم کفر اور فسق کی وجہ سے کافروں اور فاسقوں سے نفرت کرتے ہیں یہ اللہ کا حکم ہے۔جب تک وہ کفر و فسق پر ہیں ہمیں ان سے نفرت ہے ہاں ہم کسی بھی حال میں حد سے تجاوز اور ناانصافی نہیں کریں گے۔

جب کافروں سے نفرت نہیں ہو گی تو ان کے خلاف جہاد کیسے ہو گا؟؟؟

اس قسم کی باتیں وہ ہزاروں دفعہ کہہ اور سن چکے ہوتے ہیں اس لئے غیر محسوس طریقے سے جہاد سے دور ہوتے جاتے ہیں۔کافروں کو بددعا تک دینے سے کتراتے ہیں حالانکہ حضرات نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی علیہ السلام سے ثابت ہے صحابہ وتابعین کیا کرتے تھے۔

ان لوگوں کا عقیدہ ولاء و براء۔۔۔بس کیا کہوں

میڈان رائیونڈ

قسط : ۳

ہزاروں کو مار کر جہنم میں جانے والے بنانا بہتر ہے یا ایک کو مسلمان کر کے جنت میں جانے والا بنانا؟؟؟؟

بظاہر یہ سوال بڑا اچھا مثبت اور خوشنما معلوم ہوتا ہے لیکن در حقیقت ایمان لیوا اور اللہ تعالی کے غضب کو دعوت دینے والا سوال ہے ۔۔۔ یہ اللہ تعالی کے حکم جہاد کے خلاف عقل کے گھوڑے دوڑانا ہے۔۔۔ یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول پر اعتراض ہے کہ اللہ و رسول نے وہ حکم دیا ہے جس سے لوگ جہنم میں جاتے ہیں۔۔۔ یہ ارحم الراحمین اور رحمۃ للعالمین ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش ہے۔

ارے بھائی ہم نہ جنت میں لے جا سکتے ہیں اور نہ جہنم میں۔ یہ معاملہ تو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں بھی نہیں۔ ورنہ روم سے صہیب، فارس سے سلمان اور مکے سے ابو جہل۔۔۔ایں چہ بوالعجبی است۔۔۔ یہ معاملہ تو جنت اور جہنم کے خالق کے ہاتھ میں ہے بس

ہم اللہ تعالی کے نوکر نہیں۔۔۔ غلام نہیں۔۔۔ بلکہ ان دونوں سے کم تر درجے میں اللہ تعالی کے بندے ہیں۔ نوکر کو جو دس ہزار روپے لیتا ہے یہ حق نہیں کہ وہ حکم میں چوں وچرا کرے بلکہ اسے بلا چوں وچرا حکم ماننا پڑتا ہے صرف دس ہزار روپے کی وجہ سے، پھر غلام کا درجہ تو اس سے بھی نیچے ہوتا ہے۔ اسے تو بیچا بھی جا سکتا ہے۔ اس سے بھی نیچے درجے میں بندہ ہوتا ہے۔ جب نوکر کو چوں وچرا کی اجازت نہیں تو غلام کو کیسے ہو سکتی ہے اور پھر بندے کو کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ نوکر کو تنخواہ دینے والا اور غلام کا آقا ان کے خالق اور پروردگار نہیں ہوتے۔۔۔ تو بندے کو اپنے خالق و پروردگار کے حکم میں چوں وچرا کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟؟؟؟؟ دراصل جو لوگ جہاد یا اللہ تعالی کے دیگر احکام میں اس قسم کے چوں وچرا کرتے ہیں وہ خود کو بندے تو کیا نوکر بھی نہیں سمجھتے۔ وہ خود کو اللہ تعالی کے احکام میں با اختیار سمجھتے ہیں چنانچہ وہ اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اپنے لئے وہ اعمال چنتے ہیں جو ان کے خیال میں جنت میں لے جانے والے ہوتے ہیں اور ان اعمال کو چھوڑتے ہیں جو جہنم میں لے جانے والے ہوتے ہیں والعیاذ باللہ۔ ایسے لوگ گویا اللہ تعالی پر احسان کرتے ہیں۔

بھئی ہم تو اللہ تعالی کے بندے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالی کے احکام میں انتخاب کرنے کا اختیار نہیں، بلکہ اللہ تعالی کے احکام خود بخود ہم پر لاگو ہو جاتے ہیں ۔۔۔ ہمیں کوئی اختیار نہیں ۔۔۔ وہ نماز کا حکم دیتا ہے تو نماز ۔۔۔ روزے کا حکم دیتا ہے تو روزہ۔۔۔ پردے کا حکم دیتا ہے تو پردہ۔۔۔ جہاد کا حکم دیتا ہے تو جہاد۔۔۔ اب کوئی جہنم میں جاتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں ؟؟؟ ہم حکم کو چھوڑ کر جہنم جانے کا خطرہ نہیں مول لے سکتے۔

ارے بھئی ! عام لوگ مجاہدین پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ظلم کرتے ہیں یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ براہ راست اللہ تعالی کے حکم پر اعتراض کرتے ہیں جو صریح کفر ہے۔۔۔ افسوس کہ یہ مسجدوں میں ہو رہا ہے۔۔۔ وہ وقت آگیا ہے کہ

(يصبح مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا)

براہ راست اللہ تعالی کے حکم جہاد پر اعتراض کے سلسلے میں ان کی ایک اور گمراہ کن ایمان لیوا مثال سن لیں:

"کیا اندھیروں کو ڈنڈوں سے پیٹو گے ؟؟؟ نہیں نہیں اس کا علاج تو یہ ہے کہ بٹن دباؤ روشنی آجائے گی اندھیرے بھاگ جائیں گے"۔۔۔ یعنی جہاد کی مثال ایسی ہے جیسے اندھیروں کو ڈنڈوں سے پیٹنے کی حماقت۔۔۔ قاتلهم الله أنى يؤفكون۔

ارے بھئی اگر جہاد حماقت ہے والعیاذ باللہ تو اس حماقت کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے اور عمل بھی کیا ہے ؟؟؟ نقل کفر کفر نباشد۔۔۔ ہم تو کہتے ہیں کہ پورا قرآن اخلاق ہے رحمت ہے روشنی ہے۔ قرآن میں جہاد ہے جہاد بھی روشنی ہے جس سے کفر کے اندھیرے بھاگتے ہیں۔

اگر کوئی گھر پاخانے سے بھرا ہو اور کوئی اس پر عطر چھڑکے تو کیا یہ عقل مندی کی بات ہے ؟؟؟ آج بھی یہی مثال ہے کفر کا پاخانہ ہر جگہ تعفن پھیلا رہا ہے جب تک اس گندگی کو ٹھکانے نہیں لگاؤ گے تب تک عطر چھڑکنا فضول ہے۔ زمین سے جب تک خاردار جھاڑیاں صاف نہیں کرو گے تب تک بیج ڈالنا بیکار ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ تو غیر مسلموں کو دعوت ہی نہیں دیتے تو اس قسم کی مثالوں کو پیش کیوں کرتے ہیں ؟؟؟ صرف اپنا اور دوسروں کا ایمان خراب کرنے کیلئے یا پھر کیا مقصد ہے ؟؟؟

ایک بات خوب سمجھ لیں حضرت علیؓ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

" لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم "

مطلب یہ کہ آپ کے ذریعے اگر کسی ایک آدمی کو بھی اللہ تعالی ہدایت دے دے تو یہ غنیمت کے سرخ اونٹوں سے آپ کیلئے بہتر ہے۔

یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں:

۱: ہماری دعوت اور جہاد ساتھ ساتھ۔ یہ موقع غزوہ خیبر کا تھا اور رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ کو مسلح لشکر کے ساتھ جھنڈا دیکر جنگ کیلئے روانہ فرمارہے تھے بلکہ جنگ کے میدان میں تھے جنگ کو 20 سے زیادہ دنوں کا عرصہ ہو گیا تھا۔

۲: حضرت علیؓ نے اسی جنگ میں مرحَّب اور دیگر کافروں کو جہنم میں جانے والا بنایا بعد کی جنگوں میں بھی کافروں کو جہنم میں جانے والے بناتے رہے۔

۳: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد مبارک میں تقابل نہیں کیا تھا کہ اتنوں کو جہنم پہچانا بہتر ہوگا یا جنت پہنچانا یہ خالص رائیونڈی سوچ ہے جو جہاد کے خلاف بنوائی گئی ہے۔ کیا صحابہ نے لاکھوں کو جہنم میں جانے والا نہیں بنایا؟ کیا صحابہ دشمن کو قتل کرنے کی دعائیں نہیں مانگتے تھے؟ اور دیگر اس پر آمین نہیں کہتے تھے؟؟ (سعد اور ابن جحش رضی اللہ عنہما کی دعا) وہ قتل کر کے جہنم ہی تو پہچانا چاہتے تھے لیکن تمہیں صحابہ سے کیا لینا دینا، تمہاری اپنی ترتیب تمہارے اپنے بڑے۔۔۔ بڑوں نے فرمایا ۔۔۔ بڑوں کا منشا ہے ۔۔۔ یہ ہمارے بڑوں کی ترتیب نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۴

(اگر امریکا میں بھی کوئی بغیر کلمے کے مرے گا تو ہم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا)

اچھا ہے تم سے پوچھا جائے۔۔۔ المرء يؤخذ بإقراره ۔۔۔ مرتے تو روزانہ لاکھوں بغیر کلمے کے ہیں اس لئے جہنم کیلئے خود کو تیار کر لو تم کس کس کا جواب دے پاؤ گے ؟

بھائی تمہاری یہ بات صراحتاً قرآن کے خلاف ہے۔ جس ذات اقدس کو اسلام اور احکام اسلام پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی تھی اس سے خطاب فرماتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

"إنا أرسلناك بالحق بشيرا ونذيرا ولا تسئل عن أصحاب الجحيم"

ترجمہ : ہم نے آپ کو حق دے کر بھیجا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور جہنم والوں کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا جائے گا ۔ (سورہ بقرہ:۱۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے لوگ بغیر کلمے کے گئے ہیں ابوطالب و ابولہب ، صحابہ کے گھروں میں بھی لوگ بغیر کلمے کے مرے ہیں، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں لاکھوں لوگوں کو جہنم پہنچایا گیا اور یہ امت ۱۴ صدیوں سے اللہ تعالی کے حکم اور رسول کے طریقے کے مطابق بغیر کلمے والوں کو جہنم بھیج رہی ہے۔

سورہ سبا آیت ۲۵ میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"قل لا تسئلون عما أجرمنا ولا نُسئَل عما تعملون"

اس کے علاوہ بار بار قرآن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ رسولوں کا کام پہنچانا ہے بس۔ ملاحظہ فرمائیں

۱: "فان حآجّوک فقل اسلمت وجهی لله و من اتبعن ط و قل للذين اوتوا الكتٰب والامّيّن ء اسلمتم ط فان اسلموا فقد اهتدوا وإن تولوا فإنما عليك البلاغ ط والله بصيرٌ م بالعباد"

(آل عمران : ۲۰)

۲: "و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و احذروا فإن تولیتم فاعلموا أنما علی رسولنا البلاغ المبین " (مائدۃ : ۹۲)

۳: "ما علی الرسول إلا البلاغ ط واللہ یعلم ماتبدون وماتکتمون " (مائدہ : ۹۹)

۴: "و ان ما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفّینک فإنما علیك البلاغ وعلینا الحساب "

(الرعد : ۴۰)

۵: " و قال الذین اشرکوا لو شآء اللہ ماعبدنا من دونه من شیء نحن و لآ ابآؤنا و لاحرمنا من دونه من شیء کذٰلک فعل الذین من قبلھم فھل علی الرسل إلا البلاغ " (النحل :۳۵)

۶: "فإن تولوا فإنما علیك البلاغ المبین " (النحل :۸۲)

۷: "قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیه ما حمل و علیکم ما حملتم ط و ان تطیعوہ تھتدوا ط وما علی الرسول إلا البلاغ المبین " (النور :۵۴)

۸: "و ان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول إلا البلٰغ المبین " (العنکبوت :۱۸)

۹: "وما علینا إلا البلٰغ المبین " (یس :۱۷)

۱۰: "إن علیك إلا البلٰغ " (الشوری :۴۸)

۱۱: "و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فإن تولیتم فإنما علی رسولنا البلٰغ المبین" (التغابن :۱۲)

نیز اللہ تعالیٰ نے بار بار وضاحت سے یہ بھی فرمایا ہے کسی دوسرے کے عمل سے کسی کی پکڑ نہ ہو گی۔ ہر کسی کا عمل اس کی ذات تک محدود ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

۱: "قل اغیر اللہ ابغی ربّا وّ ھو ربّ کل شیء ط ولا تکسب کل نفس الا علیھا ولا تزر وازرۃ وزر أخری ثم الی ربکم مرجعکم فینبّئکم بما کنتم فیه تختلفون" (الأنعام :۱۶۴)

۲: ”من اهتدى فإنما يهتدي لنفسه ومن ضل فإنما يضل عليها ولا تزر وازرة وزر أخرى ط وما كنّا معذبين حتّٰى نبعث رسولا “ (الاسراء :۱۵)

۳: ”ولا تزر وازرة وزر أخرى “ (فاطر:۱۸)

۴: ”ان تكفروا فان الله غنى عنكم و لايرضٰى لعباده الكفر و ان تشكروا يرضه لكم ولا تزر وازرة وزر أخرى ط ثم الى ربكم مرجعكم فينبّئكم بما كنتم تعملون ط انه عليم م بذات الصدور“

(الزمر:۷)

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کے اس فرمان پر بھی نظر رہے:

”ياايها الذين آمنوا لا يضركم من ضل إذا اهتديتم “ ہاں اس آیت پر تکیہ کر کے بیٹھنا نہیں چاہیے۔ حق کا بول بولنا اور ظالموں کو حق پر مجبور کرنا بھی ضروری ہے اس کے بغیر کوئی ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اسی کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے ۔

ہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے جو شخص ضلال (گمراہی) کے ساتھ اضلال (گمراہ کرنے) کا بھی مرتکب ہو اس کو اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ ان تمام لوگوں کے گناہوں کی بھی سزا ملے گی (بلوٹوتھ ہو کر) جنہیں اس نے گمراہ کیا ہو۔ جس طرح بلوٹوتھ میں چیز آپ کے پاس بھی رہتی ہے اور وہی چیز پوری کی پوری دوسرے کے پاس بھی پہنچ جاتی ہے اس طرح ان لوگوں کو خود بھی اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا ملے گی اور گمراہ کنندہ کو بھی ملے گی ان کو دوسروں کے اعمال کی سزا نہیں ملی بلکہ یہ اس کو اس کے اپنے فعل اضلال (گمراہ کرنے) کی سزا ملی ۔۔۔ نسأل الله العافيه۔۔۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”وليحملن أثقالهم وأثقالا مع أثقالهم “ (العنكبوت :۱۳)

یہ بہت حساس مقام ہے اہل علم کو نہایت دردمندی زیرکی اور بیدار مغزی کے ساتھ بلاخوف ملامت تمام اہل تحریف (جمہوری، سرکاری، درباری، رائیونڈی) کی تحریفات کا مقابلہ کرنا چاہیے اس میں سب کی خیر ہے خود علماء کی کہ فرض اتر جائے گا ۔۔۔ مضلین محرفین کی ۔۔۔ کہ ان کا بوجھ کم ہو جائے گا۔۔۔ باقی امت کی۔۔۔ کہ تحریف کے مضر اثرات سے بچ جائے گی ۔۔۔ مضَلین (گمراہی کے شکار لوگوں) کی کہ

وہ راہ راست پر آسکیں گے آج بھی وقت ہے تدارک کیا جائے بلکہ مضبوط لگام دی جائے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب دارالافتاؤوں میں اس قسم کے سوال وجواب گردش کریں گے۔

سوال: تبلیغی جماعت کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: موجودہ تبلیغی جماعت متعدد وجوہ کی بناء پر اہل سنت سے خارج ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ۔۔۔اور۔۔۔اور۔۔۔او ۔۔۔

خلاصہ بحث یہ کہ: کسی کافر کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ بغیر کلمے کے کیوں مرا۔

امام شافعی رحمہ اللہ اپنے زمانے میں فرما چکے کہ آج دعوت ہر جگہ پہنچ چکی ہے اب قتال سے پہلے دعوت واجب نہیں مستحب ہے اگر دعوت کی صورت میں دشمن کی طرف سے نقصان کا خطرہ ہو تو بغیر دعوت ہی قتال شروع کیا جائے۔ "گمراہ کنندگان سے گمراہ شدگان" کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان کو کیوں گمراہ کیا؟

تحریف اور خودساختہ مسائل اور خودساختہ احادیث متعدی گناہ ہیں ان سے جو لوگ گمراہ ہوتے ہیں ان کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان کو کیوں گمراہ کیا۔

اب بحث کے آخر میں دو نکتوں پر تھوڑا سا غور کرتے ہیں:

ا: یہ کافروں کو دعوت نہیں دیتے بلکہ ان کے بقول وہ وہاں مسلمانوں سے ملاقات کیلئے جاتے ہیں۔۔۔ جب وہ خود کافروں کو دعوت نہیں دیتے تو اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہیں؟؟؟ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا تم اس کو دعوت نہیں دیتے؟؟؟

۲: جس شخص کے بارے میں تمہارا یہ خیال ہو کہ اگر وہ بغیر کلمے کے مرے گا تو تجھ سے پوچھا جائے گا تو کیا تم اس شخص کو اپنے ہاتھوں قتل کرلوگے؟؟؟ نہیں نا ۔۔۔اور اگر اس کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ہو کہ اس سے اللہ تعالی 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو؟؟؟ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ تم یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے اس کے کفر سے تو بیشک نفرت کرنی ہے لیکن خود اس سے نہیں کرنی تو؟؟؟ بتاؤ کیا تم اس شخص کو قتل کر سکو گے؟؟؟ خود تو قتل کیا کروگے جو دوسرا کرے گا وہ بھی تمہیں برا لگے گا۔۔۔امید ہے آپ بات سمجھ چکے ہوں گے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۵

(دین ہجرت اور نصرت سے پھیلا ہے۔۔۔ ہم نے ہجرت کی ہے آپ ہماری نصرت فرمائیں۔۔۔ اللہ کے راستے میں نکلنے والی جماعتوں کی نصرت کریں۔۔۔ کہاں سے آرہے ہو؟ فلاں جگہ جماعت آئی ہے اس کی نصرت کرکے آرہا ہوں)

بہت خوب جناب۔۔۔ مہاجرین بھی تم اور انصار بھی تم۔۔۔ مجاہد بھی تم غازی بھی تم۔۔۔ اللہ کے راستے میں بھی تم۔۔۔ کون سی فضیلت ہے جو تم سے رہ گئی ہے؟

پہلی بات: ہجرت اور نصرت کا شریعت میں ایک خاص مفہوم ہے۔اس مفہوم سے اسے ہٹا کر کسی دوسری جگہ استعمال کرنا تحریف ہے جو یہودی صفت اور بہت بڑا گناہ ہے۔ شریعت میں ہجرت کا مفہوم ہے دارالحرب سے دارالاسلام منتقل ہونا یا اپنے علاقے کو فتنوں کی کثرت کی وجہ سے چھوڑ کر کسی ایسے علاقے چلے جانا جہاں نسبتاً فتنے کم ہوں ذہن میں رہے کہ ہجرت کی وجہ اپنے دین کی حفاظت ہوتی ہے، یعنی کوئی شخص دارالحرب سے دارالاسلام منتقل ہوتا ہے یا کثیر الفتن علاقے کو چھوڑ کر نسبتاً قلیل الفتن علاقے میں جاتا ہے تو اس میں اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے دین کو محفوظ کیا جائے۔

دوسری بات: جس کی طرف توجہ ضروری ہے یہ ہے کہ ہجرت میں وطن کو چھوڑا جاتا ہے، سفر کرکے واپس آنے کو ہجرت نہیں کہتے۔ جو شخص وطن کو چھوڑے نہیں صرف سفر کرے اور مقصد اپنے دین کو لے کر بھاگنا نہیں ہوتا بلکہ کسی مدرسے میں پڑھنا یا پڑھانا ہوتا ہے یا وہاں لوگوں کو کسی ترتیب کیلئے وصول کرنا ہوتا ہے تو اسے ہجرت ہر گز نہیں کہا جاسکتا۔ ٹھیک ہے کہ پڑھنا پڑھانا دینی کام ہے اور اس سفر کا اجر بھی ملے گا ان شاءاللہ لیکن یہ ہجرت ہر گز نہیں اور اسے ہجرت کہنا دین کے مقرر کردہ خاص مفہوم کو تبدیل کرنا ہے جسے تحریف کہتے ہیں۔

اسی طرح نصرت کا ایک خاص دینی مفہوم ہے جسے بدلنا ظلم اور تحریف ہے۔ نصرت کہتے ہیں مہاجرین کو پناہ دینا اور ان کی مدد کرنا۔ چند مالٹے اور سیب لیکر کسی کی ملاقات کیلئے جانا نصرت ہرگز نہیں۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا مذاق اڑانا ہے۔

اگر ہم ہر دینی مفہوم میں یوں فیاضی سے کام لیتے رہے تو ہم میں سے ہر شخص مجاہد بھی ہے ، مہاجر بھی اور انصاری بھی، مبلغ بھی ہے اور داعی بھی۔۔۔ کیونکہ ہر شخص تھوڑی بہت محنت کرتا ہے تو مجاہد ہوا۔۔۔ مسجد جانے کیلئے اپنے گھر کو چھوڑتا ہے مہاجر ہوا۔۔۔ کسی نہ کسی کی کوئی نہ کوئی مدد کرتا ہے انصاری ہوا۔۔۔ کوئی نہ کوئی بات پہنچاتا ہے اور کسی نہ کسی چیز کی دعوت دیتا ہے مبلغ اور داعی ہوا۔۔۔ بلکہ اگر کچھ مزید وسعت سے کام لیں تو روئے زمین پر موجود ہر شخص مومن ہے کیونکہ ایمان کہتے ہیں یقین کو، تصدیق کو اور ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا یقین کرتا ہے اور تصدیق کرتا ہے۔۔۔ مثلاً اس بات کا ہر کسی کو یقین ہے کہ دس پانچ سے زیادہ ہے اور اس کی بلا تامل تصدیق بھی کرتا ہے۔۔۔ لیکن آپ مجبور ہیں کہ کہہ دیں کہ بھئی ایمان ہر تصدیق کا نام نہیں اور مومن ہر تصدیق کرنے والے کو نہیں کہتے بلکہ ایمان اللہ تعالیٰ کو جملہ صفات کے ساتھ ماننے، رسالت کا اقرار کرنے، تمام انبیاء وکتب روز آخرت، جزاوسزا، ملائکہ اور تقدیر وغیرہ کی ویسی تصدیق کو کہتے ہیں جیسا کہ اسلام کہتا ہے اور اگر ہم ہر مفہوم میں وسعت سے کام لیتے رہے تو پھر دین کا کشمیر سے بھی بدتر حال ہو گا۔

بھائی میرے! دین کے جو مخصوص اصطلاحات ہیں ان کو لغوی معنی میں استعمال کرنا ظلم ہے بے دینی ہے۔ ایمان، بعث، تقدیر، صلاۃ، زکوۃ، صوم، ہجرت، نصرت، جہاد، حج وغیرہ وغیرہ شرعی اصطلاحات ہیں ان کو ان شرعی معنوں میں استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ آگے یہودیت اور دجالیت کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ ہاں بعض دفعہ قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے : (فصل علیہم ان صلاتك سكن لہم...) یہاں جو عربی تعبیر اختیار کی گئی ہے اس سے اور سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صلاۃ سے نماز نہیں بلکہ دعا مراد ہے۔

سوال: ایک حدیث میں ہے کہ "المہاجر من ھجر ما نہی اللہ عنہ" (بخاری و مسلم و ابوداؤد) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر کے مفہوم میں وسعت ہے۔

جواب: جو وسعت یہاں معلوم ہو رہی ہے اسے تم خود بھی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ فرض کریں ایک شخص گھر بیٹھا ہے اور آپ کی ترتیب میں شرکت نہیں کر رہا آپ اس سے کہتے ہیں کہ دین ہجرت اور نصرت سے پھیلا ہے آپ ۴ مہینے کیلئے نکل جائیں، دیکھو میں بھی گھر سے ہجرت کر کے آیا ہوں اور وہ یہ حدیث آپ کو سنا دے۔۔۔ تو آپ تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ اتنا مفہوم تو آپ کے ذہن میں بھی بیٹھ گیا ہے کہ ہجرت میں گھر کا چھوڑنا ایک لازمی چیز ہے۔۔۔ اب سنیں حدیث کا مطلب کیا ہے۔

"حدیث میں مہاجرین کو مخاطب کیا گیا ہے کہ تم جو دین کو بچانے کیلئے گھر بار چھوڑ آئے ہو یہاں آکر اس مقصد سے غافل نہ ہونا کہیں نفس و شیطان تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اصل مہاجر تو وہ ہے جو حقیقی معنوں میں دین کو محفوظ کر لے۔ یہ نہیں کہ دین کی حفاظت کی خاطر گھر بار چھوڑ آیا اور پھر اپنے ہی ہاتھوں اسی متاع گراں کو لٹاتا رہا۔ حقیقی مہاجر وہی ہے جو ہجرت کے ساتھ ساتھ گناہوں کو بھی چھوڑ دے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے شروع میں جو المہاجر کا لفظ ہے اس پر توجہ رکھیں کہ اس میں ہجرت کا مادہ موجود ہے لٰہذا ہجرت والے سے بات ہو رہی ہے گھر بیٹھے افراد اس کو گھر بیٹھنے کی دلیل نہیں بنا سکتے کہ اصل مہاجر تو وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے اس کے لیے گھر چھوڑنا کوئی ضروری نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یقیناً ظلم کرے گا "

مزید دو مثالوں سے سمجھ لیں:

ا: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده والمومن من امنه الناس علی دمائہم و اموالہم"

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے معاملے میں بے خوف ہوں۔۔۔ اب اگر کوئی غیر مسلم آکر تم سے تمہاری بیٹی یا بہن کا رشتہ طلب کرے تم اس سے کہو کہ تم تو غیر مسلم ہو۔۔۔ آگے سے وہ یہی حدیث پڑھ دے کہ میں مسلمان ہوں کیونکہ میری زبان اور ہاتھ سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور لوگ مجھ سے اپنی جان و مال کے معاملے میں بالکل نہیں ڈرتے تو کیا آپ اس کے اس استدلال کو مان لیں گے ؟؟؟ نہیں نا۔۔۔ ظاہر ہے آپ کا جواب یہی ہو گا کہ یہاں تو بات ہی ان لوگوں سے ہو رہی ہے جو اسلام و ایماں کی دولت سے مالا مال ہیں ان سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے اسلام و ایمان کو مکمل کر لو جس کے پاس سرے سے اسلام ہی نہیں وہ اس حدیث کو کیسے پیش کر سکتا ہے۔

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :

"المجاھد من جاھد نفسه فی طاعه الله" (احمد ابن حبان طبرانی ، ترمذی)

یہاں اگر کوئی کہے کہ میں مجاہد ہوں حالانکہ وہ محاذ کی طرف کبھی نہیں گیا تو اسے کہا جائے گا کہ بھائی یہ بات تم سے ہو ہی نہیں رہی اس کے پہلے لفظ پر غور کرو المجاھد۔ اس کا مخاطب مجاہد ہے کہ بھئی تم تو آ گئے جان کی قربانی دے کر لیکن نفس سے غافل نہیں ہونا کامل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالی کی اطاعت میں استعمال کرے۔

اگر کوئی استاد طلبہ سے کہے کہ طالب علم تو وہ ہے جو تہجد پڑھے تو ظاہر ہے کہ کسی جاہل کو محض تہجد کی وجہ سے طالب علم قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کا مخاطب ہی طالب علم ہے کہ کامل طالب علم وہ ہے جو تہجد پڑھے۔ امید ہے بات سمجھ میں آ چکی ہو گی۔

بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت اور نصرت شریعت کی خاص اصطلاحات ہیں 4 مہینوں کیلئے نکلنے کو ہجرت اور مال لے لیکر کسی کی ملاقات کرنے کو نصرت نہیں کہتے۔۔۔ یہ خالص رائیونڈی تحریف ہے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ٦

(جب تک اللہ کے راستے میں جان مال وقت نہیں لگائیں گے تب تک دین دنیا میں نہیں پھیلے گا۔۔۔ صحابہ نے اللہ کے راستے میں جان مال اور وقت لگایا تو دین دنیا میں پھیلا۔۔۔ صحابہ نے اللہ کے راستے میں جان مال کی قربانی دی تب دین دنیا میں پھیلا۔۔۔ اللہ کے راستے میں جان مال اور وقت کی قربانی دو)

اللہ کے راستے پر تو ہم اگلی کسی قسط میں بات کریں گے ان شاءاللہ۔۔۔ آج دو چیزوں پر بات کرتے ہیں ان شاءاللہ

۱: جان کی قربانی کسے کہتے ہیں؟

۲: دین کے پھیلانے عام کرنے اور غالب کرنے میں کیا فرق ہے؟ اور مطلوب کیا؟ و باللہ التوفیق

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ یہ خاص تعبیر جان مال لگانا یا خرچ کرنا وغیرہ یہ انہوں نے " جاھدوا باموالکم و انفسکم --- یجاھدون باموالہم و انفسہم " سے لی ہے البتہ اس پر وقت کا اضافہ کیا ہے۔

ہر عقل مند باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ کسی چیز کی قربانی دینا یا خرچ کرنا کسے کہتے ہیں۔۔۔ آپ کی جیب میں دس روپے ہیں اگر یہ دس سال بھی آپ کی جیب میں پڑے رہیں تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے وہ دس روپے خرچ کر دیئے یا لگا دیئے ہاں جونہی آپ اس سے کوئی چیز خریدیں گے اور اس کو اپنی جیب اور ملکیت سے نکال لیں گے تب آپ کہہ سکیں گے کہ میں نے وہ دس روپے خرچ کر دیئے یا لگا دیئے۔۔۔ اب سمجھیں جان کی قربانی۔۔۔ جان کی قربانی اسے کہتے ہیں کہ بندہ خود کو قتل کیلئے پیش کرے اب اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ اسے اسی موقع پر شہادت نصیب کرے یا اسے مزید زندگی عطا فرمائے۔۔۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ صرف جہاد میں ہوتا ہے یا وہاں جہاں کلمہ حق کہنے کی پاداش میں جان جانا یقینی یا ظن غالب کے درجے میں ہو۔۔۔ اور جہاں کوئی شخص

80 کلو جائے اور 85 کلو واپس آئے وہاں کیلئے جان کی قربانی یا جان لگانے کے الفاظ استعمال کرنا لغت وادب اور عقول ونفوس کا مذاق اڑانا ہے۔۔۔ یہاں صرف یہ نہیں کہ جہادی آیات واحادیث کو اپنے اوپر فٹ کرتے ہیں بلکہ پورے نظام جہاد پر قبضہ ہے عمل جہاد کے علاوہ۔۔۔ الفاظ و تعبیرات تک جہاد کے استعمال کئے جا رہے ہیں تاکہ پوری طرح سے جہاد سے ذہنوں کو موڑ لیا جائے جب جہاد کے فضائل بھی اس کام کیلئے ہوں اور الفاظ و تعبیرات بھی تو کون ہو گا جو جہاد کے فضائل پڑھ کر جہاد میں جائے گا۔۔۔ اگر تم کہو کہ کفار اور کفار کے دوستوں کا ظلم و ستم ۔۔۔ تو اس خطرے سے نمٹنے کیلئے بھی انہوں نے پیشگی انتظام کیا ہوا ہے۔۔۔ کہ ان افغانستان، عراق، فلسطین، وزیرستان والوں کو اپنے اعمال کی سزا مل رہی ہے۔۔۔ اور وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ انہوں نے کافروں سے نفرت نہیں کرنی اور کافروں کے بارے میں ان سے پوچھا بھی جائے گا۔۔۔ بات آئی کچھ سمجھ شریف میں؟؟؟

خیر! میرے ناقص مطالعے میں اس جماعت کے وجود سے پہلے کسی نے بھی کسی غیر جہادی دینی عمل کیلئے جان ومال کی قربانی کی تعمیر استعمال نہیں کی۔۔۔ یہ ان لوگوں کا کارنامہ ہے کوئی اور اسے انجام نہ دے سکا۔

سوال: قرآن کریم اور سنت میں جان مال کی قربانی کے ساتھ وقت کی قربانی کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: وقت کی قربانی کا اضافہ ایک فضول اور لغو اضافہ ہے۔۔۔ آپ جس کام میں بھی ہوں گے وقت خود بخود گزرتا جائے گا یہاں تک کہ سونے میں بھی اور بیت الخلا میں بھی۔۔۔ اگر آپ کسی کو صرف اتنا کہہ دیں کہ جہاد میں جان اور مال لگاو تو وقت اس کا خود بخود لگے گا۔۔۔ ایسے ہی اگر آپ کسی سے کہتے ہیں کہ حج پر چلے جائیں تو آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وقت لگائیں بلکہ وقت اس کا خود بخود لگے گا اس لئے قرآن وسنت نے اسے نظر انداز کر دیا۔۔۔ رہ گئی دوسری بات کہ دین کے عام کرنے اور غالب کرنے میں کیا فرق ہے اور مطلوب کیا ہے تو اسے اگلی قسط کیلئے اٹھا رکھتے ہیں۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۷

(ہماری محنت اس لئے ہے کہ پوری انسانیت جنت میں جانے والی بن جائے۔۔۔ہماری اور آپ کی فکر یہ ہونی چاہیئے کہ یہ دین دنیا میں عام ہو جائے۔۔۔وغیرہ وغیرہ)

اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے ہم آج اس پر بحث کریں گے کہ دین کے عام کرنے اور غالب کرنے میں کیا فرق ہے اور مطلوب کیا ہے ؟۔۔۔تو سنیں میرے بھائی ! ایک ہے دین کا عام کرنا اور ایک ہے دین کا غالب کرنا ۔۔۔مطلوب دین کا غالب کرنا ہے۔۔۔اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

۱: "هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون "

(التوبة :۳۳)

۲: "هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا "

(الفتح :۲۸)

۳: " هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون "

(الصف :۹)

۴:"وجعل كلمة الذين كفروا السفلي وكلمة الله هي العليا والله عزيز حكيم "

(التوبة :۴۰)

۵:"وعد الله الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ص ولیمکنن لهم دینهم الذي ارتضی لهم و لیبدلنهم من م بعد خوفهم امنا ط یعبدوننی لایشرکون بی شیئا ط و من کفربعد ذٰلک فأولٰئک هم الفٰسقون "

(النور :۵۵)

آپ حضرات ان آیات کے تحت تفاسیر ملاحظہ فرمائیں خاص طور پر تفسیر ابن کثیر جنہوں نے احادیث نبویہ سے ان آیات کی دلنشیں تشریح فرمائی ہے ۔

اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے ۔۔۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا ۔۔۔ اگرچہ آپ کی حکومت میں ہزاروں کافر بھی رہتے تھے مگر غلبہ اسلام ہی کا تھا فیصلے قرآن و سنت ہی کے تھے ۔۔۔ پوری انسانیت جنت میں جانے والی نہیں تھی اسلام عام نہیں تھا غالب تھا ۔۔۔ ایسے ہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اور دیگر ادوار میں بھی اسلام عام نہیں تھا کہ ہزاروں لاکھوں کافر اسلامی حکومتوں میں رہتے تھے لیکن غالب تھا ۔۔۔ دور کیوں جاتے ہو ہندوستان کو دیکھ لو یہاں مسلمانوں نے تقریباً ہزار سال حکومت کی ہے مسلمان تھوڑے تھے اور کفار زیادہ ۔۔۔ تو دین عام نہیں تھا پوری انسانیت جنت میں جانے والی نہیں تھی لیکن دین غالب تھا اور ہندوستان دارالاسلام تھا اور ہمیں آج بھی اس دور پر فخر ہے ۔۔۔ آج دیکھیں ۔۔۔ رائیونڈ مرکز کی مثال لے لیں کہ وہاں ان کے بقول دین عام ہے کیونکہ ان کے بقول وہاں ہمیشہ دین کی بات ہوتی ہے نیز ہر وقت ذکر تلاوت نوافل دعائیں مگر وہاں دین غالب نہیں ۔۔۔ اگر وہاں دو آدمیوں میں کوئی لڑائی ہو جائے اور بات کورٹ تک پہنچ جائے تو ان کا فیصلہ قرآن نہیں انگریز کا قانون کرے گا جج یہ کبھی نہیں پوچھے گا کہ تم رات کو کتنا روئے ہو اور تم نے کل رات کیسے تہجد پڑھی ہے اور کتنے پارے تلاوت کی ہے ۔۔۔ نہیں نہیں ۔۔۔ وہ تو انگریزی قانون کے مطابق فیصلہ سنائے گا چاہے دونوں نے رات بھر رو کر تہجد پڑھی ہو ۔۔۔ اسی طرح اگر دو شیخ الحدیثوں اور شیخ الاسلاموں کا بھی فیصلہ ہو گا تو انگریزی قانون کے مطابق ہو گا ۔۔۔ اب آیا کچھ سمجھ میں ۔۔۔ میرے بھائیو دوستو اور بزرگو! یہ قرآن آج مظلوم ہے مقہور ہے مغلوب ہے ۔۔۔ یہ حاکم بننے کے لئے آیا ہے محکوم بننے کے لئے نہیں ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پوری انسانیت کا جنت میں جانے والی بننا بہت اچھی بات ہے مگر یہ کسی کے بس میں نہیں اور جو چیز بس میں نہیں ہوتی اللہ تعالی اس کا مکلف بھی نہیں فرماتے ۔۔۔ بس میں کیوں نہیں ؟؟؟ اس

لئے کہ ہدایت اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔۔۔رسول اللہ ﷺ بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔۔۔ انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء ۔۔۔اس لئے خود رسول اللہ ﷺ کے چچا بھی جنت میں جانے والے نہیں بنے۔۔۔اور اس سے نہ تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں کوئی کمی آئی اور نہ آپ پر کوئی عتاب ہوا ۔

پوری انسانیت کا جنت میں جانا اچھی بات ہے مگر یہ ہو نہیں سکتا۔۔۔متعدد دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جہاد تاقرب قیامت جاری رہے گا اور اس سے پہلے ایسا زمانہ نہیں آسکتا کہ جس میں دین عام ہو جائے اور پوری انسانیت جنت میں جانے والی بن جائے اور جہاد موقوف ہو جائے۔۔۔اگر پوری انسانیت جنت میں جانے والی بن جائے تو جہاد کس سے ہو گا؟۔۔۔جہاد موقوف ہو جائے گا اور یہ نہیں ہو سکتا۔

قرآن وسنت کے متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ کفر رہے گا اور کفر سے جنگ بھی۔۔۔چونکہ بات لمبی ہو گئی اس لئے وہ دلائل ہم پھر کبھی کسی مناسب موقع پر پیش کریں گے ان شاءاللہ یہاں ایک دو کی طرف مختصر اشارہ:

و لو شآء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک و لذٰلک خلقهم و تمت کلمة ربک لاملئن جهنم من الجنة والناس أجمعين

(هود :۱۱۹،۱۱۸)

لا تزال طائفة من أمتي على الحق ظاهرين لعدوهم قاهرين ۔۔۔ (الحدیث)

سوال: کیا دین کا غالب کرنا ہمارے بس میں ہے ؟؟؟

جواب: جی ہاں۔۔۔جبھی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلف کیا ہے

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله ۔۔۔ (انفال)

متعدد بار اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے ساتھ جہاد کروگے تو میں تمہاری مدد کروں گا ۔۔۔رسول اللہ ﷺ ، خلفائے راشدین اور دیگر امراء و سلاطین کو اللہ تعالی نے یہ مدد دکھادی۔۔۔ ابدان و اجسام پر قبضہ کیا جاسکتا ہے قلوب واذہان پر نہیں۔۔۔اور یہ جو ہمارے دین میں جزیہ رکھا گیا ہے اس کا سوائے اس کے کیا مطلب لیا جاسکتا ہے کہ دین عام نہیں کرسکتے ہو سب کو مسلمان نہیں بنا سکتے۔۔۔دل تمہارے قبضے میں نہیں۔۔۔پوری انسانیت جنت میں جانے والی نہیں ہوگی کچھ جزیے اور جہنم والے بھی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں دین عام ہو جائے گا کیونکہ وہ فرمائیں گے زندہ رہنا ہے تو مسلمان بن کر رہو ورنہ ہماری تلوار تمہیں جہنم پہنچادے گی۔۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی پیکیج دیا گیا ہے کہ جزیہ ختم۔۔۔یا مسلمان رہو یا جہنم جاؤ ۔۔۔حضرت کے زمانے میں دین عام بھی ہوگا اور غالب بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دین کا عام کرنا نہ بس میں ہے نہ مطلوب ہے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے ممکن ہے۔۔۔اور دین کا غالب کرنا ہمارے بس میں ہے مطلوب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر امراء و سلاطین کر چکے ہیں۔

سوال: اس دعا کا کیا حکم ہے کہ یااللہ پوری انسانیت کو ہدایت دے دے۔۔۔ہدایت کو ہواوں کی طرح عام کر؟

جواب: مجھے اس کے جواز میں تردد ہے کیونکہ دعا کے احکام میں یہ ہے کہ کوئی ایسی دعا نہ مانگی جائے جو اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے کے خلاف ہو ۔۔۔ اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوا کہ تا زمان عیسی علیہ السلام ہدایت عام نہیں ہو سکتی بایں معنی کہ پوری انسانیت جنت میں جانے والی بن جائے۔

اللہ تعالی ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین

میڈان رائیونڈ

قسط : ۸

(اللہ کے راستے میں 4 مہینے لگاؤ۔۔۔ اللہ کے راستے میں نکلنے والی جماعتیں۔۔۔وغیرہ وغیرہ)

آج مختصر سی بات اس پر کرتے ہیں کہ اللہ کا راستہ کیا ہے؟ قرآن کریم میں 85 دفعہ اللہ کے راستے کا ذکر آیا ہے .اللہ کے راستے سے پھیرنا۔۔۔اللہ کے راستے میں ہجرت۔۔۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔۔۔ اللہ کے راستے میں جہاد و قتال تکلیف وغیرہ۔۔۔ گستاخی معاف !!! اس کے علاوہ کسی اور چیز کا ذکر نہیں۔۔۔یعنی صلاۃ فی سبیل اللہ، زکوٰۃ فی سبیل اللہ، حج فی سبیل اللہ، دعوت فی سبیل اللہ وغیرہ وغیرہ۔۔۔اور نا ہی اس قسم کی اصطلاحات و ترکیبات آج تک مسلمانوں میں کبھی معروف رہی ہیں یا سنی گئی ہیں۔۔۔ان 85 مقامات میں 48 جگہ اللہ کے راستے میں جہاد و قتال کا ذکر ہے باقی 37 جگہوں میں اکثر جگہ اللہ کے راستے سے اسلام مراد ہے لیکن وہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ وہاں بات کافروں سے ہو رہی ہے یا کافروں کی ہو رہی ہے۔۔۔یعنی کافروں سے کہا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے پھیرتے ہو۔۔۔یا کافروں کے بارے میں بات ہو رہی ہے کہ وہ اللہ کے راستے سے پھیرتے ہیں۔۔۔ لیکن یہاں بھی اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اکثر و بیشتر یہ مضمون جہاد کے مضمون کے ساتھ آیا ہے مثلاً دیکھئے نویں پارے کی آخری چند آیات۔۔۔ اسی طرح جہاں انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے تو یہ ذہن میں رہے کہ وہاں اکثر و بیشتر مضمون جہاد کا چل رہا ہوتا ہے۔۔۔ مضمون جہاد کا۔۔۔سیاق وسباق جہاد کا۔۔۔ شان نزول جہاد کا۔

اسی طرح اگر احادیث پر نظر ڈالی جائے تو ہمارے محدود مطالعے کے مطابق نوے پچانوے فیصد اطلاقات اللہ کے راستے کے جہاد پر ہوئے ہیں دیگر چیزوں کو ڈھونڈ کر اور کھینچ تان کر نکالنا پڑتا ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ تعصب سے کسی کو آزادی دے تو بات بالکل واضح ہے۔

خیر ! یہ تو ہو گئی بات اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد و قتال۔۔۔ خرچ کرنے اور ہجرت کرنے کی۔۔۔سوال یہ ہے کہ اگر کہیں صرف اللہ کے راستے کا ذکر کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی اور چیز کا ذکر نہ ہو تو اس سے کیا مراد لیں گے ؟؟؟ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں خرچ کرتے کا ذکر کیا جائے تو واضح بات ہے کہ وہاں خرچ

کے علاوہ کوئی اور چیز مراد ہی نہیں لے سکتے اور اگر کہیں اللہ تعالی کے راستے میں ہجرت کا ذکر آئے تو وہاں ہجرت ہی مراد ہو گی.

سوال: یہ ہے کہ اگر کہیں اللہ کے راستے کے ساتھ انفاق ہجرت جہاد وغیرہ کا ذکر نہ آئے تو وہاں کیا مراد لیں گے ؟؟یعنی اطلاق کے وقت اللہ کے راستے سے کیا مراد ہے ؟؟؟ مثلاً یہ جو حدیث ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔۔۔ یہاں اللہ کے راستے سے کیا مراد ہے ؟؟؟

جواب : ائمہ اربعہ کے نزدیک اللہ کے راستے سے جہاد مراد ہے یعنی جب اللہ کا راستہ مطلق بولا جائے تو وہاں جہاد مراد ہو گا۔

کیا مطلب ؟؟ کیا یہ ائمہ اربعہ کا اتفاقی مسلک ہے اور پھر بھی لوگ اس قدر جرات سے کام لے رہے ہیں کہ اللہ کا راستہ ہزاروں لاکھوں دفعہ بول کر غیر جہادی امور مراد لے رہے ہیں۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا یہ ائمہ اربعہ کا مسلک نہیں ہو گا لگتا ہے آپ مخالفت میں حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔

آپ مطمئن رہیں جناب یہ ائمہ اربعہ کا مسلک ہے یہ آپ کے سامنے حدیث و فقہ کا ذخیرہ ہے تسلی کر لیں۔ حدیث و فقہ کے ذخیرے میں میں اسے کہاں ڈھونڈوں گا؟؟؟

" کتاب الزکاہ " میں باب مصارف زکوۃ میں۔۔۔ تمام کتب حدیث میں دیکھ لیں اور پھر ان کی مستند شروح اٹھائیں۔ اسی طرح کتب فقہ قدوری، کنز، شرح وقایہ، ہدایہ اور ان سب کی مستند شروح نیز 'بدائع الصنائع المبسوط شامی' وغیرہ۔۔۔ اگر کتب تفسیر میں دیکھنا چاہتے ہیں تو سورہ توبہ آیت 60 میں دیکھ لیں۔۔۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ نے اس پر ایک مستقل رسالہ بھی تالیف فرمایا ہے جو ان کی کتاب جدید فقہی مسائل میں شامل ہے۔ ہم وہاں سے چند نقول آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان تمام نقول کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے راستے سے جہاد مراد ہے۔۔۔ لیجئے جناب

" المراد بسبيل الله ههنا الغزو في سبيل الله..." (احكام القرآن لابن العربي)

"الغزاة الذين لا حق لهم في الديوان ... " (ابن كثير)

" فقراء الغزاة ... " (كشاف)

"وهم الغزاة وموضع الرباط يعطون ما ينفقون في غزوهم كانوا أغنياء أو فقراء ... " (قرطبي)

" فالاكثر على أنه يختص بالغازي .... " (فتح الباري)

"لأن سبيل الله إذا أطلق في عرف الشرع يراد به ذلك أي الجهاد ... " (بدائع الصنائع)

"لأن " في سبيل الله " عند الإطلاق إنما ينصرف إلى الجهاد ..." (المغني)

"وإذا أطلق فهو في الغالب واقع على الجهاد حتى صار لكثرة الاستعمال كأنه مقصور عليه..." (تاج)

"العروس للزبيدي ...لسان العرب لابن منظور ... " (النهاية لابن الاثير)

"لكن عند الإطلاق يصرف إلى الجهاد ... " (البناية للعيني)

"ولكن عند إطلاق هذا اللفظ المقصود به الغزاة عند الناس .... " (المبسوط)

یہ تو تھے دس حوالے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب سے۔۔۔ان میں ابن العربي اور قرطبیؒ مالکی ہیں، ابن کثیر اور حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری والے اور ابن الاثیر شافعی ہیں، المغنی والے علامہ ابن قدامہ حنبلی ہیں اور علامہ سرخسی علامہ عینی اور علامہ کاشانی حنفی ہیں رحمہم اللہ۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا اطمینان لگتا ہے کہ نہیں ہو رہا۔ تو لیجئے جناب کچھ حوالے ہم مزید بھی عرض کر دیتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

علامہ نووی شافعی شارح مسلم ایک حدیث من صام یوماً فی سبیل اللہ۔۔۔الخ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"فيه فضيلة الصيام في سبيل الله، وهو محمول على من لا يتضرر به ولا يفوت به حقا،ولا يختل به قتاله ولا غيره من مهمات غزوه۔۔۔كتاب الصيام باب فضل الصوم في سبيل الله "

علامہ نووی رحمہ اللہ کی بات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ جہاد کو ہی بلا جھجک اور بلا بحث اللہ کے راستے کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں گویا یہ کوئی محل بحث نہیں۔

حافظ ابن حجر صاحب رحمہ اللہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

قال ابن الجوزي : (إذا أطلق ذكر سبيل الله فالمراد به الجهاد)

اس کے بعد علامہ ابن دقیق العید کا قول نقل کیا ہے:

قال ابن دقيق العيد : (قوله في سبيل الله العرف الأكثر فيه استعماله في الجهاد)

علامہ سیوطی اور علامہ سندی رحمہا اللہ نے بھی اپنے اپنے حواشی میں اللہ کے راستے سے جہاد کو مراد لیا ہے۔ سبیل السلام والے بھی انہیں میں سے ہیں جو اللہ کے راستے کو جہاد کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں۔ لیجئے جناب 6 حوالے اور بھی آگئے اور ہماری فقہ حنفی کی کتابیں چونکہ عام ہیں سب کی پہنچ میں ہیں اس لئے ان کی عبارات نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ علامہ سرخسی علامہ عینی علامہ کاشانی اور علامہ سندی رحمہم اللہ کے حوالے آبھی گئے ہیں یہ سب حنفی ہیں ۔

محدثین کی عادت پر ایک نظر ڈال لیں۔ اللہ کے راستے میں ایک صبح اور ایک شام والی حدیث امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کتاب الجہاد میں لائے ہیں، ابوداؤد میں یہ حدیث موجود نہیں۔۔۔امام مسلم کتاب الامارۃ میں لائے ہیں لیکن وہاں علامہ نووی رحمہ اللہ کی شرح دیکھیں تو ان جلیل القدر محدثین نے اللہ کے راستے کو جہاد کے ساتھ خاص کیا ورنہ اللہ کے راستے تو بہت ہیں لیکن عند الاطلاق علماء امت کے نزدیک اللہ کے راستے سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں روزے والی حدیث کو امام بخاری اور امام ترمذی رحمہا اللہ کتاب الجہاد میں لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کی اتباع نصیب فرمائے۔

سوال: اللہ کے راستے میں۔۔۔ فی سبیل اللہ۔۔۔ لفظ میں اس کی گنجائش موجود تو ہے کہ اس سے جہاد کے علاوہ دیگر دینی کام بھی مراد لئے جائیں۔

جواب: ارے بھائی یہی تو سمجھانا چاہ رہا تھا کہ یہ ایک شرعی اصطلاح ہے اس کے لغوی معنی مراد نہ لئے جائیں جیسے ایمان، طہارت، بعث تقدیر، صلاۃ، زکاۃ، صوم، حج جہاد وغیرہ وغیرہ شرعی اصطلاحات ہیں ان کو لغوی معنی میں استعمال کرنا ظلم ہے۔ اسی طرح 'سبیل اللہ' بھی ایک شرعی اصطلاح ہے اسے لغوی معنی میں استعمال نہ کیا جائے اور یہ صورت تو انتہائی قبیح ہے کہ اسے ایک جدید اور غیر منصوص ترتیب کیلئے اس قدر استعمال کیا جائے کہ

گویایہی اصل ہے یہاں تک کہ مجاہدین سے کہاجائے کہ تم چونکہ اللہ کے راستے میں نہیں نکلتے اس لئے اللہ کی مدد نہیں آتی۔۔۔ اللہ کے راستے میں نکلو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہو جائے گی۔۔۔ لیکن یہاں بھی مجھے افسوس اپنے علماء پر آتا ہے کہ شب و روز ان کے غلو اور تجاوزات کو دیکھتے ہیں مگر پھر بھی اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ یہ اپنے ہیں یا یہ کہ ابھی خیر غالب ہے یا یہ کہ اس سے انتشار پھیلے گا۔ دین کا حلیہ بگاڑا جا رہا ہے مگر پھر بھی یہ اپنے ہیں اور ابھی خیر غالب ہے اور ہم انتشار نہیں پھیلانا چاہتے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون

آخر میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کچھ احادیث میں کچھ دیگر اعمال پر بھی سبیل اللہ کا اطلاق کیا گیا ہے علماء کرام نے اس کی اپنی اپنی توجیہات کی ہیں کہ یہاں ثواب کی زیادتی اور ترغیب میں مبالغہ مراد ہے وغیرہ جیسا کہ انتظار صلاۃ کو صلاۃ قرار دیا گیا ہے، عورتوں کے حج کو جہاد قرار دیا گیا ہے، بہرحال قرآن و سنت کے اکثر اطلاقات ائمہ اربعہ کے فیصلے اور دیگر فقہاء و محدثین کی صنیع کے مطابق فی سبیل اللہ ایک شرعی اصطلاح ہے جو جہاد کے ساتھ خاص ہے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۹

(یہ مکی دور ہے مکی دور میں جہاد نہیں تھا)

پتا نہیں یہ کون ہے جس پر وحی آتی کہ زمانہ ساڑھے چودہ سو سال پیچھے گیا اور مکی دور شروع ہو گیا؟؟؟ یا جس نے خدائی لہجے میں زمانے کو حکم دیا کہ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو ان مکی حضرات کے ساتھ ویسے چاہیئے تو یہ کہ انہیں ایک پر تکلف دعوت پر بلایا جائے اور حمار صاحب کو اچھی طرح روسٹ کر کے انھیں کھلایا جائے اور جب یہ اچھی طرح سیر ہو جائیں اور ہاتھ دھو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں تو انہیں بتایا جائے کہ آج آپ نے وہ ڈش کھائی ہے جس کے بارے میں آپ نے سوچا بھی نہ ہو گا۔۔۔ وہ پوچھیں گے کہ کیا۔۔۔ تو انہیں دست بستہ انتہائی سنجیدہ اور مہذب لہجے میں بتایا جائے کہ حمار شریف۔۔۔ اگر وہ کچھ کہیں تو انہیں پہلے سے زیادہ مہذب اور مودب لہجے میں بتایا جائے کہ جی یہ مکی دور ہے۔۔۔ اور مکی دور میں حمار شریف حلال تھا۔

اگر مکی دور ہے تو آں جناب ایک کام کریں۔۔۔ رمضان المبارک میں اپنی اہلیہ کو شراب کی بوتل پکڑا کر پردے کے بغیر نکال دیں اور سر بازار شراب نوشی شروع فرمائیں۔۔۔ کوئی اعتراض کرے کہ روزہ نہیں۔۔۔ کہہ دیں کہ مکی دور ہے مکی دور میں روزہ؟؟۔۔۔ کوئی اعتراض کرے کہ شراب پی رہے ہو تو فرمائیں کہ مکی دور ہے مکی دور میں شراب نوشی جائز تھی۔۔۔ کوئی کہے کہ آپ کی بیوی پردہ نہیں کرتی کہہ دو کہ مکی دور ہے اور مکی دور میں پردہ کہاں تھا۔۔۔ اور اگر یہ بازار میران شاہ کا ہو تو بہت بہتر ہو گا۔

مکی دور میں لاکھوں کے اجتماعات کہاں تھے؟؟؟۔۔۔ چوتھے نمبر (اکرام) کی یہ چلت پھرت کہاں تھی؟؟؟ ۔۔۔ مکی دور میں تو بلال کی طرح انگاروں پر لوٹنا ہے۔۔۔ صہیب کی طرح گرم سلاخوں کو سہنا ہے۔۔۔ یاسر اور سمیہ کی طرح شہید ہونا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔۔۔ مکی دور میں تو کافروں کو دعوت دینا ہے جو تمہارے اصولوں کے خلاف ہے۔

مکی دور ہے تو تمہیں بہت سے کام کرنے ہوں گے اور بہت سے چھوڑنے ہوں گے جس کے لئے تم تیار نہیں۔۔۔یہ جماعتوں کی شکل میں مسجد مسجد گھومنا مکی دور میں کبھی نہیں تھا۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔ لیکن تمہاری ساری بہانے بازیاں تو جہاد کیلیئے ہیں بس۔۔۔ اللہ سے ڈرو اور دین کے معاملے میں یہ دخل اندازیاں اور حیلہ سازیاں چھوڑ دو۔۔۔ میرے بھائیو دوستو اور بزرگو!!! کیا تم کسی کی متعہ کی خواہش اس دلیل پر برداشت کر سکو گے کہ مکی دور ہے؟؟؟

ارے بھائی! ہمارے دین میں احکام کی تقسیم مکی مدنی کی نہیں محکم اور منسوخ کی ہے۔۔۔جو حکم محکم ہو گا ماننا پڑے گا چاہے مکی ہو یا مدنی جیسے ایمانیات اور جہاد۔۔۔ ایمانیات یعنی عقائد مکی دور سے چلے آ رہے ہیں منسوخ نہیں ہوئے ہم نا صرف مان رہے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔۔۔اور جو حکم منسوخ ہو گا چھوڑنا پڑے گا چاہے وہ مکی ہو یا مدنی جیسے شراب سود وغیرہ کہ یہ مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔۔۔ مدنی بایں معنی کہ ایک عرصے تک مدینہ منورہ میں بھی اس کی حلت برقرار رہی یا جیسے نماز میں بات کرنا مکی بھی ہے اور مدنی بھی لیکن چونکہ منسوخ ہے اس لئے اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔۔۔ اللہ تعالی حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

سورتوں کی مکی اور مدنی تقسیم ایک الگ چیز ہے اور جو بات ہم نے عرض کی وہ بالکل ایک الگ چیز۔۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں ایک کا دوسرے سے کوئی تصادم نہیں۔۔۔

ہاں ایک بات مکی اور مدنی دور میں ہے۔۔۔ مکی دور میں مسلمان پٹ رہے تھے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے تھے ان پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا تھا جبکہ مدنی دور میں مسلمانوں کی زندگی بدل گئی ان کے 'سر' بلند ہو گئے وہ ظالموں کا احتساب کر رہے تھے۔۔۔ کیا آپ کا خدانخواستہ یہ مطلب تو نہیں کہ مسلمان مظلوم و مقہور رہیں؟؟

میڈان رائیونڈ

قسط : ۱۰

(جہاد سے پہلے ایمان بنانا ضروری ہے)

جی یہ قرآن کی کونسی آیت ہے؟ حدیث وفقہ میں کہاں آیا ہے؟؟ نماز روزے زکوٰۃ سے پہلے بھی ایمان بنانا ضروری ہے یا ساری حیلہ سازیاں بہانے بازیاں جہاد کیلئے ہیں؟؟؟۔۔۔ کیا آپ کے جو احباب اس دنیا سے چلے گئے ہیں وہ ایمان کے بغیر تشریف لے گئے ہیں؟؟؟ کیونکہ وہ ایمان نہیں بنا سکے تھے ایمان بنانے میں مصروف تھے کہ موت نے آدبوچا۔۔۔ اور کیا آپ بھی ایمان کے بغیر ہی تشریف لے جانے کے موڈ میں ہیں؟؟؟ کیونکہ جہاد پر جانے کی کوئی تیاری تو ہے نہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا اور آپ کے بزرگوں کا ایمان ابھی تک بنا نہیں ورنہ آپ یوں نہ بیٹھے رہتے۔۔۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ کا ایمان نہیں بنا اور دوسری طرف آپ سب سے بہتر بھی ہیں۔

بھائیو دوستو اور بزرگو! جس ایمان سے نماز پڑھی جاسکتی ہے اسی ایمان سے جہاد بھی کیا جاسکتا ہے۔۔۔ بس قصہ ختم۔۔۔ نماز جو کہ اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے جس ایمان سے پڑھی جاسکتی ہے اسی ایمان سے جہاد کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ صاف کیوں نہیں بتاتے کہ جہاد سے بیر ہے؟؟ جس ایمان سے روزہ رکھا جاسکتا ہے اسی ایمان سے جہاد بھی کیا جاسکتا ہے۔۔۔ جس ایمان سے زکوٰۃ پر عمل کیا جاسکتا ہے اسی ایمان سے جہاد بھی کیا جاسکتا ہے۔۔۔ اگر حج کیلئے یہی ایمان کافی ہے تو جہاد کیلئے بھی یہی ایمان کافی ہے۔۔۔ اللہ کے بندو! تم کیسی باتیں کرتے ہو؟؟؟ اس قسم کی بے بنیاد اور خود ساختہ باتیں کر کے اپنا ایمان کیوں خراب کر رہے ہو؟؟؟ اللہ کے بندو! کیا تمہیں اس کی سنگینی معلوم نہیں؟؟؟ وہاں میدان میں جا کر کیا امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ سے لڑنا ہے تاکہ ان کے مقابلے کے لئے مضبوط ایمان ہو؟؟؟۔۔۔ ایمان بمقابلہ ایمان۔۔۔ ارے جن سے لڑنا ہے ان کا تو سرے سے ایمان ہے ہی نہیں۔۔۔ ان سے اسی ایمان سے لڑو بے غیرتی نہ دکھاؤ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ایمان بنانے پر موقوف ہے اور حدیث سے اس کا الٹ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا بنانا جہاد پر موقوف ہے۔۔۔ لیجئے جناب صحیح مسلم شریف اور مسند احمد کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"من مات ولم يغزولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق "(حديث صحيح)

جو شخص اس حال میں مرے کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ جہاد کا سچا عزم کیا ہو وہ منافقت کے ایک شعبے میں مرا۔

بتا میرے بھائی! جو منافقت کے ایک شعبے پر مرے اس کا ایمان بنا ہوا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ نصیب فرمائے۔ لیجئے دوسری حدیث:

"من لقي الله بغير أثر من الجهاد لقي الله وفيه ثلمة" (الحاكم و الترمذي عن أبي هريرة رضي الله عنه (كتاب فضائل الجهاد ...حديث صحيح)

اب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو تو چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ کی بات کو بھی مان لیں تو اس سے دور لازم آئے گا یعنی بات حل ہوئے بغیر یونہی گھومتی رہے گی۔۔۔ کیونکہ صورت یوں بنے گی: ایمان بنانا موقوف ہے جہاد پر (حدیث) جہاد موقوف ہے ایمان بنانے پر (میڈان رائیونڈ)۔۔۔ ایمان بنانے کیلئے جہاد ضروری، جہاد کرنے کیلئے ایمان بنانا ضروری۔۔۔ یوں یہ ایک پہیہ گھومتا رہے گا اور گھومتا ہی رہے گا۔۔۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ آپ کی بات کو چھوڑ دیں جو حدیث کی مخالف ہے۔

سوال: اگر ایمان بنانے سے اصلاح مراد لیں تو کیا یہ بات درست نہیں کہ جہاد سے پہلے اصلاح ضروری ہے؟؟؟

جواب: دال میں کچھ کالا کالا ہے۔۔۔ یہی بات پھر نماز روزے زکوٰۃ اور دیگر عبادات کے بارے میں کیوں ارشاد نہیں فرمائی جاتی۔۔۔ کیا نماز سے پہلے اصلاح ضروری ہے اور جب تک اصلاح کا سرٹیفکیٹ نہ ملے تب تک نماز کو موقوف رکھیں؟؟؟ جو جواب آپ یہاں ارشاد فرمائیں گے وہی جواب جہاد کے بارے میں بھی سمجھ لیں ۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایمان بنانے سے مراد اصلاح ہے تو اس کے لئے اصلاح کے الفاظ استعمال کرنے میں کیا قباحت ہے؟

جس طرح وضوء سے گناہ دھلتے ہیں ایمان بنتا ہے اسی طرح جہاد سے بھی گناہ دھلتے ہیں ایمان بنتا ہے جس طرح وضوء پر عمل ہوگا تاکہ ایمان بنے اسی طرح جہاد پر بھی عمل ہوگا تاکہ ایمان بنے۔۔۔ جس طرح نماز کفارہ سیئات رفع درجات کا ذریعہ ہے اسی طرح جہاد بھی کفارہ سیئات اور رفع درجات کا ذریعہ ہے جس طرح نماز کی دعوت ضروری ہے اسی طرح جہاد کی بھی دعوت ضروری ہے۔

ارے بھائی ! جب کوئی بندہ مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کے احکام خود بخود لاگو ہو جاتے ہیں چاہے اس کا ایمان ایک پاؤ ہو یا ایک ہزار ٹن۔۔۔ اب نہ تو اس کو احکام میں انتخاب کرنے کا اختیار ہوتا ہے کہ کچھ کو اپنے لئے پسند کر کے اختیار کرے اور کچھ کو اپنی مرضی سے چھوڑ دے کہ میری مرضی سے میرا یہ شعبہ تیرا یہ شعبہ۔۔۔ اور نہ اپنی طرف سے شرائط لاگو کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔۔۔ اصل اصلاح یہ ہے کہ اللہ تعالی کے احکام کو بے چوں وچرا تسلیم کیا جائے اس کے بغیر اصلاح اور ایمان بنانے کا دین میں کوئی تصور نہیں چاہے رات دن مراقبوں یا گشتوں میں گزرتے رہیں۔ دینی احکام میں خود کو صاحب اختیار سمجھنے سے زیادہ گمراہی کا تصور نہیں۔ دینی احکام میں اپنی طرف سے شرائط کا اضافہ خود کو شارع کا درجہ دینا ہے قرآن وسنت میں جتنی شرائط ہیں وہ فقہاء کرام نے واضح کر دی ہیں۔جزاهم الله تعالى عنا خيرا

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایمان بسیط ہے اس میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی قرآن وسنت میں جہاں جہاں ایمان کی زیادتی کا ذکر آیا ہے وہاں ایمان کے ثمرات کیفیات انوارات وغیرہ مراد ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس ایمان سے نماز پڑھی جاسکتی ہے اسی ایمان سے جہاد بھی کیا جاسکتا ہے الگ سے کسی ایمان کی ضرورت نہیں۔ ایسی کسی شرط کا ذکر فقہاء کرام کے ہاں نہیں ملتا یہ میڈان رائیونڈ ہے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۱۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک ایمان پر محنت کی اس کے بعد جہاد شروع کیا

کیا مطلب ہے تمہارا؟؟؟ کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مکے میں وفات پائے یا شہید ہو گئے جیسے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہما وہ بغیر ایمان کے گئے یا ان کا ایمان ناقص تھا؟؟؟ آپ ذرا غور فرمائیں اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے۔

بہت خوب جناب! اگر یہی فلسفہ درست ہے تو یہ بھی درست ہونا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سترہ" سال تک ایمان پر محنت کی اس کے بعد پردے کا حکم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اکیس" سال تک ایمان پر محنت کی اس کے بعد حج فرض ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بائیس" سال تک ایمان پر محنت کی اس کے بعد سود کی حرمت آئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "پندرہ" سال تک ایمان پر محنت کی اس کے بعد شراب حرام ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اٹھارہ" سال ایمان پر محنت کی اس کے بعد گدھا حرام کیا۔

یوں باآسانی یہ دین بازیچہ اطفال بن جائے گا۔ اس امت کا اور کوئی کام نہیں رہے گا سوائے بستر لیکر گھومنے کے جسے یہ لوگ ایمان بنانا یا ایمان پر محنت کہتے ہیں۔

یہ فلسفہ صرف جہاد کی مخالفت میں ہے یا باقی اعمال کے بارے میں بھی ہے؟؟؟ ارے بھائی! ایسی خود ساختہ باتوں سے ایمان بنتا نہیں بگڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو ہر قسم کی نورانی چالوں اور جالوں سے محفوظ رکھے۔

کیارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک ایمان پر محنت کی اس کے بعد جہاد کا حکم دیا؟ نہیں جناب .... یہ بدر کا میدان ہے.... اگر فلسفہ یہی ہوتا کہ پہلے ایمان پر تیرہ سال محنت پھر جہاد تو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے: یارسول اللہ! مجھے جہاد سے معاف رکھئے۔ کیونکہ آپ نے ابو بکر کے ایمان پر پندرہ سال محنت کی اور میرے ایمان کو ابھی بارہ سال ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ مدینے کے انصار آواز اٹھاتے۔ کوئی کہتا میرے ایمان پر ابھی صرف ایک سال محنت ہوئی ہے، کوئی کہتا کہ میرے ایمان پر ابھی صرف دو مہینے محنت ہوئی ہے، کوئی دو ہفتوں کا ذکر کرتا تو کوئی کم و بیش۔اس طرح بدر کا میدان خالی ہو جاتا۔ کافر تالیاں بجاتے، خوشیاں مناتے کہ لو بھئی ایسی قوم سے واسطہ پڑا ہے جو دین کے لئے لڑنے کے بجائے ایمان بنانے کی فکر میں ہیں۔

واضح رہے کہ میدان بدر میں مہاجرین کم انصار زیادہ تھے یعنی اکثریت کے ایمان کو سال ڈیڑھ سال ہو رہا تھا۔

میرے بھائیو دوستو اور بزرگو! اللہ کے لئے خود پر رحم کرو اور اس امت پر رحم کرو۔اس طرح کی باتیں نہ بناؤ اس سے آپ کا بھی ایمان بگڑے گا اور اس امت کا بھی اور کوئی سر پھر یہ اعتراض بھی کر سکتا ہے کہ تمہارے جن بزرگوں اور احباب کے ایمان پر تیرہ سال محنت ہو چکی ہے کم از کم وہ تو نکل جائیں اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے۔

اور غور کریں میرے بھائی! اس طرح کی باتوں سے خود رسول اللہ ﷺ کی تربیت پر حرف آتا ہے کہ آپ تربیت میں اتنے کمزور تھے کہ صحابہ کو جہاد کی ایمانی سطح تک پہنچانے کے لئے تیرہ سال لگانے پڑے حالانکہ ابو جہل صرف ایک تقریر سے ایک ہزار کی جمعیت تیار کر کے لے آیا، بلکہ غور کرو تو خود اللہ تعالیٰ پر اعتراض آتا ہے کہ ایسے شخص کو اپنا آخری نبی چنا جنہیں لوگوں کو جہاد کی سطح تک لے جانے کے لئے تیرہ سال لگانے پڑے۔ حالانکہ آج بھی لوگ ایک تقریر سے اور ایک دو آنسوؤں سے لاکھوں لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کر دیتے ہیں۔

بلکہ میرے بھائی ! اس سے کوئی شخص یہ استدلال کر سکتا ہے کہ دیکھ : جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کو تیرہ سال لگے تو مجھے کم از کم پچاس سال تو لگیں گے۔ پھر اگر اس کے فلسفے کو تسلیم کر لیا گیا تو پھر ہمیں بوڑھوں کی فوج میدان میں اتارنی پڑے گی۔

ارے بھائی ! بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کے احکام خود بخود لاگو ہو جاتے ہیں چاہے اس کا ایمان ایک پاؤ ہو یا ایک ہزار ٹن، چاہے اس کے ایمان پر کوئی تیرہ سال محنت کر چکا ہو یا نہ۔ بلکہ اگر تیرہ منٹ کی محنت بھی نہ ہوئی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اس پر لاگو ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کا واقعہ خود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیش آیا۔ میدان جنگ میں ایک شخص آیا کہ یا رسول اللہ ! میں کیا کروں پہلے مسلمان ہو جاؤں یا لڑنا شروع کر دوں ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلے مسلمان ہو جاؤ پھر لڑو۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا اور میدان میں کود پڑا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ کوئی نماز نہیں، کوئی روزہ نہیں ، کوئی حج نہیں۔۔۔ایمان جہاد اور جنت۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عمل قليلا واجر كثيرا (عمل تھوڑا کیا اجر زیادہ پایا) ۔

اس واقعے سے آپ یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جہاد سے کس قدر والہانہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ نئے آنے والے کو شک ہو جاتا تھا کہ اسلام پہلے ہے یا قتال۔

میرے بھائی ! رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم کے پابند تھے اگر اللہ تعالی کا حکم مکے میں ہی لڑنے کا آتا تو آپ مکے میں بھی لڑتے یہ دیکھے بغیر کہ طاقت کتنی ہے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت پر پورا پورا یقین تھا ۔مکے میں چند ہی سردار تھے ان کو جان نثار صحابہ کے ذریعے رات کو خصوصی کاروائی میں ٹھکانے لگوانا کوئی مشکل کام نہ تھا، جیسا کہ کعب بن اشرف اور ابورافع کو ٹھکانے لگوایا لیکن بات یہ ہے کہ مکے میں ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا، ورنہ آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عمرؓ سب کے سامنے طواف کرنے کے بعد کہتے ہیں : میں ہجرت کرنے جارہا

ہوں کسی میں ہمت ہے تو آئے میرا مقابلہ کرے۔۔۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی۔۔۔ صحابہ میں سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو عبیدہؓ جیسے لوگ تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے شیر تھے، پر میرے بھائی! حکم یہ تھا کہ ہاتھ روکے رکھو۔

آپ ذرا غور فرمائیں!!! حضرت ابو ہریرہؓ ساتویں ہجری یا آٹھویں ہجری میں مسلمان ہوئے۔ کیا وہ جہاد، پردے وغیرہ سے بایں فلسفہ رک گئے کہ ٹھہرو ابھی ایمان پر محنت ہو لینے دو۔ اسی طرح دسویں گیارہویں ہجری میں مسلمان ہونے والوں کیلئے کیا حکم تھا؟ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد مسلمان ہونے والوں کیلئے کیا حکم تھا؟ ظاہر ہے پورے دین پر عمل کرنے کا۔

رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نزول وحی کا زمانہ تھا۔ دین آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا ہو کر آتا رہا اس میں یہ فلسفہ کارفرما نہیں تھا کہ اب ایمان فلاں عمل کی سطح تک پہنچ گیا ہے لہذا اس عمل کو آنا چاہئے اور اب فلاں عمل والی سطح ہے لہٰذا اب اس کی باری ہے۔ نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جب چاہتا جتنا چاہتا اتارتا۔ جو شخص جس وقت مسلمان ہوتا اس وقت تک اترے ہوئے پورے دین پر عمل کرنا اس پر لازم ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں پر مکمل دین پر عمل لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ نصیب فرمائے اور حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۱۲

لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ تبلیغ فرض ہے واجب ہے یا سنت ارے بھائی یہ تو سیدھی سی بات ہے اگر فرض چھوٹ رہے ہوں تو تبلیغ فرض ہے اور اگر واجب چھوٹ رہے ہوں تو تبلیغ واجب، اگر سنت چھوٹ رہے ہوں تو تبلیغ سنت بتاؤ نماز فرض ہے کہ نہیں، نوے فیصد امت نماز نہیں پڑھتی تو اب بتاؤ تبلیغ فرض ہے کہ نہیں۔

یہ قرآن کی کوئی آیت نہیں، کوئی حدیث نہیں، ائمہ اربعہ کی فقہ کا کوئی اصول نہیں یہ خالص میڈان رائیونڈ ہے

اچھاجی! اگر یہی تبلیغ فرض ہے تو ذرا یہ بتائیں کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا کیا حکم ہے جس نے نہ چلہ لگایا نہ چار مہینے نہ سال مولانا الیاس صاحب سے پہلے مسلمانوں کا کیا حکم ہے؟ مولانا الیاس صاحبؒ کے بعد سے لے کر اب تک ان علماء کرام اور عام مسلمانوں کا کیا حکم ہے جو اب تک اس جماعت میں نہیں گئے؟ کیا یہ سارے علماء کرام تارکینِ فرض ہیں؟

نہیں نا! تو سب سے پہلے تو اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ علماء کرام تبلیغ کرتے ہیں اگرچہ وہ مولانا الیاس صاحب کی ترتیب عرف تبلیغی جماعت میں نہیں چلتے۔۔۔ الیاسی ترتیب کے علاوہ بھی تبلیغ ہوتی ہے۔۔۔ تحریر سے۔۔۔ تقریر سے۔۔۔ وعظ و نصیحت سے۔۔۔ فتوے سے۔۔۔ تدریس سے۔۔۔ اگر یہ تسلیم نہیں کروگے تو علماء امت کو فرض کا تارک کہنا پڑے گا۔ودونہ خرط القتاد

اب آتے ہیں اس بات کی طرف کہ تبلیغ کا کیا حکم ہے؟ تو میرے بھائیو دوستو اور بزرگو! اس کے بارے میں کوئی لگا بندھا قانون نہیں بنایا جاسکتا، تحقیقی بات یہ ہے کہ تبلیغ کا حکم حالات زمانے اور افراد کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے۔ تبلیغ کبھی فرض ہوتی ہے تو کبھی سنت اور مستحب۔۔۔ مسائل کے بدلنے سے بھی حکم بدل جاتا ہے، یعنی بعض مسائل کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور بعض کی مستحب۔ فرض کریں ایک شخص کے بارے میں آپ کو معلوم ہو گیا کہ اسے اس بات کا علم نہیں کہ احتلام سے غسل فرض ہو جاتا ہے تو اس شخص کو یہی مسئلہ بتانا آپ پر فرض ہو گیا۔۔۔ اس

طرح اگر آپ کو کسی مالدار کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ اسے زکوٰۃ کے مسائل کا عام نہیں تو آپ پر کم از کم اتنا بتانا اسے فرض ہے کہ بھائی آپ صاحب نصاب ہیں اب آپ پر زکوٰۃ کے مسائل کا علم حاصل کرنا فرض ہے جبکہ یہی بات ایک غریب مسلمان کو بتانا آپ پر فرض نہیں۔۔۔ اس طرح بعض مسائل کی تبلیغ بعض علماء پر فرض عین ہو جاتی ہے۔۔۔ جیسے آج کل مسائل جہاد کی تبلیغ۔۔۔ کہ یار لوگوں نے مسائل جہاد کو کافی غبار آلود کر دیا ہے۔۔۔ خود ساختہ شرائط خود ساختہ تاویلات۔۔۔ علماء سلاطین شبانہ روز محنت سے مزید غبار اڑا رہے ہیں۔۔۔ ایسے میں ان علماء راسخین کا فرض ہے کہ اپنی وسعت بھر محنت کر کے مسائل جہاد مسائل خلافت کو خوب منقح کر کے امت کے سامنے پیش کریں جن کے علاوہ کوئی اور اس میدان میں نہیں اور جو ہیں وہ یا تو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں یا ڈر رہے ہیں یا وہ سرکاری ہیں۔۔۔ اسی طرح اگر کوئی فتنہ اٹھے اور اس کی گمراہی کسی ایک یا چند محدود علماء کو معلوم ہو تو اس فتنے کا علمی تعاقب اس عالم یا ان چند علماء پر فرض ہو جاتا ہے۔۔۔ حالانکہ عام حالات میں عام فتنوں کی تردید کی تبلیغ فرض نہیں ہوتی جب عوام میں ان فتنوں سے متعلق مناسب حد تک شعور آ چکا ہو

خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ کا کوئی ایک حکم نہیں۔ حالات اشخاص اور مسائل کے مختلف ہونے سے حکم مختلف ہوتا رہتا ہے۔

اب اسی نماز والی مثال کو لیتے ہیں۔۔۔ فرض کریں کہ لاہور شہر میں نوے فیصد لوگ نماز نہیں پڑھتے۔۔۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوگ کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ نماز فرض ہے؟ ظاہر ہے جانتے ہیں لیکن پڑھتے نہیں۔۔۔ جب حالت یہ ہے تو ان کو تبلیغ فرض نہیں۔۔۔ مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن خود ساختہ اصولوں کے تحت خود ساختہ فتوے دے کر امت کو گمراہ نہ کیا جائے۔

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذباً فیسحتکم بعذاب، وقد خاب من افتری۔۔۔

اللہ کے لئے خود پر رحم کرو اور اس امت پر رحم کرو ۔۔۔ کروڑوں میں تمہاری تعداد ہونے جا رہی ہے لیکن آج تک تم سے کوئی ایک دار الافتاء قائم نہ ہو سکا اور اس پر یہ غرور کہ تم جیسا کوئی نہیں۔۔۔ فضائل اعمال، حیات الصحابہ منتخب احادیث اور ایک دو کتابوں کے علاوہ آج تک تم نے کوئی کتاب نہیں چھاپی یہاں تک کہ خود امیر جماعت مولانا یوسف صاحب کی امانی الاحبار کب سے طباعت کی راہ تک رہی ہے لیکن حدیث تفسیر وغیرہ کی کتابیں چھاپنا دین کہاں ہے دین تو بس یہی ترتیب ہے جو ہو رہی ہے۔۔۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود تم جیسا کوئی نہیں۔۔۔

اللہ کے بندو! خود پر رحم کرو اور اس امت پر رحم کرو۔ فتوے کے معاملے میں اللہ تعالی سے ڈرو۔۔۔بغیر علم کے فتویٰ دینا کبیرہ گناہ ہے۔

"قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطاناً وان تقولوا على الله ما لا تعلمون " (أعراف :٣٣)

اس آیت میں اللہ تعالی نے بغیر علم کے فتوے دینے کو شرک کے ساتھ ذکر کر کے اس کی قباحت خوب واضح کی ہے

"إنما يأمركم بالسوء والفحشاء وان تقولوا على الله ما لا تعلمون " (بقرة :١٦٩)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے تین پسندیدہ کاموں کے بارے میں بتایا جن کا وہ حکم دیتا ہے۔۔۔ برائی ،بے حیائی اور بغیر علم کے فتویٰ دینا۔

"أن الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون ...." (نحل :١١٦)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بغیر علم کے فتوے دینے والے کامیاب نہیں ہو سکتے تو میرے بھائیو دوستو اور بزرگو ! پوری پوری کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ خود ساختہ فتووں سے اجتناب کیا جائے۔

"ولا تقف ما ليس لك به علم أن السمع و البصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسئولاً"

(بنی اسرائیل :٣٦)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جس بات کا علم نہیں اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے کان آنکھ اور دل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری ایک سو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات ہوئی ہے ہر ایک کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کی خواہش یہ ہوتی کہ ان کا کوئی بھائی ان کی طرف سے کافی ہو جاتا۔ یعنی ان سے پوچھا جاتا اور میری ضرورت ہی نہ پڑتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ کے کام میں اللہ تعالی نے وسعت دی ہے درس وتدریس تصنیف وتالیف جہاد وقتال وعظ و نصیحت سب تبلیغ کی شکلیں ہیں اسے کسی خاص شکل میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔ تبلیغ کا حکم حالات زمانے اور افراد کے

بدلنے سے بدلتا رہتا ہے۔ حکم جو بھی ہو گا وہ تبلیغ کا حکم ہو گا وہ ایسی ترتیب عرف تبلیغی جماعت کا حکم نہیں ہو گا اور جو تبلیغ کو اسی خاص جماعت کے ساتھ محدود کرے گا وہ دین میں دخل اندازی کا مرتکب قرار پائے گا جو کبیرہ گناہ اور سنگین جرم ہے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۱۳

(اللہ تعالیٰ سے سب کچھ ہونے کا یقین اور مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ہمارے دلوں میں آجائے)

بھائی اس کا سیدھا سادہ علاج یہ ہے کہ بھائی عبدالوہاب صاحب، مولانا سعد صاحب، مولانا احسان صاحب، پروفیسر بہاولپوری صاحب، مولانا طارق جمیل صاحب وغیرہ وغیرہ کو ہمارے سامنے کھڑا کیا جائے اور ہمیں ایک عدد اعلیٰ نئی نویلی کلاشنکوف دے دی جائے اور پھر دنیا دیکھے کہ مخلوق سے کچھ ہوتا ہے کہ نہیں۔۔۔ اگر کوئی کہے کہ وہ ایسا کیونکر کر سکتے ہیں یہ تو خودکشی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ ان کے لئے خودکشی اس لئے نہیں کہ ان کا تو یقین بن چکا ہے کہ مخلوق سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔۔۔ اگر ابھی تک یہ یقین نہیں بنا تو وہ اسی کے قابل ہیں۔۔۔ بھئی ایسی چیز کے پیچھے کیوں بھاگتے ہو جو کبھی ہاتھ آ نہیں سکتی۔۔۔ کیا ایسی چیز کا اللہ تعالیٰ ہمیں مکلف کر سکتے ہیں جس کا حصول اتنا مشکل ہو؟؟؟ اگر ان حضرات کا ابھی تک یقین نہیں بنا تو اوروں کا کیا حال ہوگا؟؟؟

بھائی ہمارا تو مخلوق سے بہت کچھ ہونے کا یقین ہے اور یہ یقین اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا ہی کچھ اس طرح کیا ہے کہ اس میں مخلوق سے بہت کچھ ہوگا۔۔۔ ہمارا یقین ہے کہ کھانا بھوک کو مٹاتا ہے۔۔۔ پینا پیاس کو بجھاتا ہے۔۔۔ سونا بدن کی تازگی اور نشاط و قوت کا باعث ہے۔۔۔ اس طرح ہزاروں مخلوقات کے بارے میں ہمارا آپ کا اور پوری انسانیت کا یقین ہے کہ ہر مخلوق سے کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ ان مخلوقات میں یہ خصوصیات اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے آگ میں جلانے کی خصوصیت پیدا فرمائی ہے یقین نہیں آتا تو ہاتھ لگا کر دیکھو بے شک آپ اس سے پہلے سورہ یس بھی پڑھ لیں ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اسلحے میں قتل کرنے اور زخمی کرنے کی صلاحیت رکھی ہے یقین نہیں آتا تو اپنے سر میں پستول کی ایک چھوٹی سی گولی مار کر دیکھ لیں بے شک آپ اس سے پہلے کچھ نوافل دم درود اور مراقبے وغیرہ کر لیں ۔۔۔ اسی طرح دکان سے بھی کچھ ہوتا ہے جیسا کہ کھلی آنکھوں نظر آرہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محنت میں یہ

برکت رکھی ہے کہ اس سے کچھ ہو گا۔۔۔ اس طرح مخلوق اور اسباب سے کچھ ہونا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اور اسی پر یہ دنیا قائم ہے۔

اگر کوئی شخص کھانا پینا چھوڑ دے یہاں تک کہ مر جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں گناہ گار ہے۔۔۔ گناہ گار کیوں ہے؟ بھائی ! شریعت اس سے کہتی ہے کہ اگر تم کھاتے پیتے تو نہ مرتے اب تم نے کھانا پینا چھوڑ کر خود کو مار دیا۔۔۔ دیکھو یہاں شریعت ہمیں مخلوق (کھانے پینے) سے کچھ ہونے (زندگی کا سبب بننے) کا یقین دلا رہی ہے اور اسی یقین کی بنیاد پر گناہ گار ہونے کا حکم لگا رہی ہے۔۔۔ ہر انسان پر اتنا کھانا پینا فرض ہے جس سے وہ زندہ رہے ۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانے پینے میں زندگی اور چھوڑنے میں موت کا یقین ہے اور "چھوڑنا" بھی مخلوق ہے۔ اگر کوئی شخص شیر کے سامنے آئے اور وہ اسے مار دے تو گناہ گار۔۔۔ کیونکہ شیر میں یہ قتل کرنے کی یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

یہ جو جہاد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوت و شوکت تیار رکھنے کا حکم دیا ہے

(واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدو کم)

تو اس کا مطلب کیا یہ نہیں ہے کہ اسلحے اور قوت سے دشمن کو دہشت زدہ رکھنے کا یقین؟ یہ اس لئے نہیں کہ اسلحہ بذات خود کچھ ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہی صفت رکھی ہے۔۔۔ اگر امت اسلحے اور قوت کی تیاری کو چھوڑتی ہے تو گناہ گار ٹھہرتی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ تو ہمارے کچھ کرنے کے محتاج ہر گز نہیں وہ تو بغیر کچھ کئے بھی ہماری مدد کر سکتے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہر گز نہیں۔۔۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ تم اللہ کے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے خود لڑے گا تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تمہارا یہ کہنا اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ مذاق ہے ۔۔۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر بہتان ہے کہ وہ اللہ کے نہیں تھے کیونکہ انہیں تو بہت کچھ کرنا پڑا تھا۔۔۔ زخم۔۔۔ لاشیں۔۔۔ ڈر، خوف خندقیں کھودنا۔۔۔ تربیت شمشیر زنی نشانہ بازی۔۔۔ لڑائیاں وغیرہ وغیرہ۔

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے کہ ان کے کچھ لوگوں نے کچھ عرصے سے اس جملے میں اضافہ کیا ہے کہ اللہ کے ارادے کے بغیر مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین ہمارے دلوں میں آ جائے۔۔۔ تو بھائی اللہ تعالیٰ ہی کا ارادہ ہے کہ مخلوق سے کچھ ہو جبھی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین دیا ہے اور دین میں کرنے اور نہ کرنے کے احکام ہیں جن کو بجا

لانے میں مخلوق سے کچھ ہونے کا یقین ایک ضروری چیز ہے۔۔۔ مخلوق سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے ارادے سے تو ہوتا ہے اس بات کو صرف مسلمان ہی نہیں یہود و نصاریٰ سکھ و ہندو اور بدھسٹ وغیرہ بھی مانتے ہیں۔۔۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ اضافہ ان کے کچھ لوگوں کا ہے عام طور پر ان کے ہاں جو مشہور ہے وہ بغیر اس اضافے کے ہے کہ مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ہمارے دلوں میں آجائے۔

ایک اور ضروری وضاحت: ایک ہے اللہ تعالیٰ کی سنت دستور عادت اور ایک ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے دستور سنت اور عادت کے برعکس کسی چیز کا ظاہر کرنا، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کا نہ جلانا ، پانی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستہ دینا وغیرہ وغیرہ تو اسے عربی میں 'خرق عادت' کہتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو معجزہ اولیاء کے ہاتھوں پر ظاہر ہوں تو کرامت۔۔۔ یاد رکھیں کہ دنیا کا یہ نظام اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق چلتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسباب اختیار کرو گے تو نتائج حاصل ہوں گے ترقی کے اسباب اختیار کرو گے تو ترقی تنزل کے اسباب اختیار کرو گے تو تنزل۔۔۔ اس میں مسلم و کافر کا بھی فرق نہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے یہ قوانین سب کے لئے ہیں۔۔۔ اور رہی دوسری بات یعنی اپنے دستور کے برعکس کسی چیز کا ظاہر کرنا، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کا نہ جلانا وغیرہ تو معجزات و کرامات حق ہیں پر کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ معجزات و کرامات پر تکیہ کر کے بیٹھ جائے کہ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے لہذا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔۔۔ نہ تو اپنا اور نہ ہی اوروں کا یہ ذہن بنانا درست ہے۔۔۔ اس پر ایک سچا لطیفہ بھی سنتے جائیں ایک مرکز میں ایک دفعہ جنریٹر کا تیل ختم ہو گیا ایک حضرت نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مردے زندہ کروالیا کرتے تھے ہم ایک جنریٹر نہیں چلوا سکتے ؟؟ دو رکعت پڑھو اور پانی ڈال کر دیکھو جو اللہ اسے تیل سے چلا سکتا ہے وہ اللہ اسے پانی سے بھی چلا سکتا ہے۔۔۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا دھوئیں کا ایک مرغولہ اٹھا اور حضرات کو جنریٹر سے ہاتھ دھونے پڑے اس پر موصوف نے فرمایا کہ ابھی ہمارا ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسا نہیں بنا۔۔۔ مطلب یہ کہ حماقت کے بعد جہالت کی تعلیم ۔۔۔ اس واقعے کی میں نے کئی حضرات سے تصدیق کروائی ہے۔

اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے ایسے بنایا ہے کہ یہ اسباب کے بغیر چلتی نہیں لیکن اس میں وقتاً فوقتاً تقدیر تدبیر کو الٹتی بھی رہتی ہے اس لئے ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں دعا کا رشتہ ہاتھ سے نہیں جانا چاہئے۔۔۔ انبیاء و صحابہ نے

اسباب کو نہ صرف اختیار کیا ہے بلکہ اس کو ایک درجے میں ضروری بھی سمجھا ہے ۔۔۔اور ان حضرات کی زندگیوں میں یہ چیز واضح طور پر نظر آتی ہے۔

یہاں ایک اور لطیفہ بھی سنیں ان کے ایک بزرگ صاحب سے کسی نے پوچھا کہ کیا بریلویوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ فرمایا کیوں نہیں ہوتی ہم ان سے بڑے مشرک ہیں کیا ہمارا اسباب پر یقین نہیں ہے؟ کیا ہم مخلوق سے ہونے کا یقین نہیں رکھتے؟... لو بھائی سنبھالو اب۔۔۔ بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔۔۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت علماء کرام کے سکوت پر ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔۔۔ کیا یہ لوگ قرآن مجید حدیث اور سیرت نہیں پڑھتے؟؟؟ کیا ان کا یہ مبہم قسم کا نظریہ قدم قدم پر سیرت سے ٹھکراتا نہیں؟؟؟

یہاں علماء کرام کیلئے سوچنے کا مقام ہے کہ مذکورہ جملہ "اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین" اس جماعت کے علاوہ کہیں اور کیوں نہیں پایا جاتا؟؟؟ کیا اس جماعت کے وجود میں آنے سے پہلے یہ جملہ کہیں پایا جاتا ہے؟؟؟ اور اس جماعت کے وجود میں آنے کے بعد کیا دیگر علماء کرام و مشائخ کے ہاں پایا جاتا ہے؟؟؟ خدانخواستہ اس امت کو جبر کی طرف تو نہیں لے جایا جا رہا؟؟؟ یہ کلمے کا مفہوم یا مقصد کب سے بنا؟ کیا کلمہ صرف یہی جماعت لے کر آئی ہے؟

ان حضرات کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ سہ روزہ چلہ چار مہینے سات ماہ سال گشت بیانات اجتماعات مرکز بسترے سب مخلوق ہیں۔۔۔ آپ جس بیان میں یہ کہتے ہیں کہ "مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین" وہ بیان بھی مخلوق ہوتا ہے ۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میڈان رائیونڈ

قسط : ۱۴

یہ قسط گزشتہ قسط سے متعلق ہے یعنی اس میں بھی "اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین" پر بات ہو گی ان شاءاللہ

گزشتہ قسط کے آخر میں ہم نے عرض کیا تھا کہ خدانخواستہ کہیں اس امت کو جبر کی طرف تو نہیں لے جایا جارہا... آج اس کی تھوڑی سی تشریح کریں گے ان شاءاللہ....وماتوفیقی الا باللہ

ایک فرقہ ہوا کرتا تھا --- جبریہ--- اس امت میں ظہور پذیر ہونے والا دوسرا فرقہ--- قدریہ کے بعد ظاہر ہوا--- اس کا خیال تھا کہ سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین انسان سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین--- جو کچھ ہوتا ہے اللہ سے ہوتا ہے انسان تو بے بسی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے بس---لاچار و بیکار--- اپنے اس باطل نظریے کو ثابت کرنے کے لئے وہ کچھ آیات کا سہارا بھی لیتے تھے مثلاً--- اانتم تزرعونه ام نحن الزارعون ---الله خالق كل شيئ ---وغیرہ وغیرہ ---اہل سنت علماء کرام نے بروقت کارروائی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا--- مگر یہ سچ ہے کہ نظریہ کبھی نہیں مرتا --- کسی نہ کسی صورت میں زندہ رہتا ہے---وقتاً فوقتاً سر اٹھاتا رہتا ہے--- آج جبریہ پھر سے ہمارے سامنے ہے۔

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے اللہ تعالٰی نے انسان کو ارادے اور اختیار سے نوازا ہے وہ اپنے ارادے اور اختیار سے اچھے اور برے اعمال کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ جزاو سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے---ہمارا مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ انسان بہت سے اعمال اپنے ارادے اور اختیار سے انجام دیتا ہے---دیکھو شدت خوف یا شدت سردی سے انسان کے ہاتھ پاؤں کانپتے ہیں اسے ہر شخص محسوس کر سکتا ہے کہ یہ حرکات اس سے بے اختیار صادر ہو رہی ہیں اس کے نہ چاہتے ہوئے یہ حرکات اس سے صادر ہو رہی ہیں---اس کے برعکس عام حالات میں انسان کی حرکتیں اس کے اختیار سے ہوتی ہیں---دونوں حالات میں واضح فرق ہے--- اس طرح رعشے کی حالت میں صادر ہونے والی حرکت اور عام حالات میں انسان کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا--- دونوں میں واضح فرق ہے کہ اول بلا اختیار صادر ہوتی ہے انسان بے بس و لاچار ہوتا ہے جبکہ دوسری حالت میں انسان اپنے اختیار

سے سب کچھ کرتا ہے۔۔۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ انسان عام حالات میں صاحب اختیار ہے انسان سے کچھ ہونے کا یقین بلکہ بہت کچھ ہونے کا یقین اور اسی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔۔۔ اس سے اجر اور ثواب ملے گا اور اس سے گناہ اور عذاب۔۔۔ ہاں انسان کو ایک حد تک اللہ تعالیٰ نے صاحب اختیار بنایا ہے وہ بیج ڈال سکتا ہے لیکن آگے وہ مجبور ہوتا ہے وہ شادی کر سکتا ہے لیکن آگے وہ مجبور ہوتا ہے۔۔۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ا انتم تزرعونه ام نحن الزارعون ۔۔۔ اللہ تعالی افعال کا خالق ہے اور انسان اسے انجام دیتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ خالق ۔۔۔ انسان فاعل کاسب۔

معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان کے سنٹرز میں ان کے بیانات میں جب یہ "مخلوق کی نفی" کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے جبر قبر سے آٹھ کر نئے نشاط و عزم کے ساتھ سنت کے خلاف بول رہا ہے اور سنت سے انتقام لینے کے لئے پر عزم ہے ۔۔۔ مخلوق کی نفی کے نام سے وہی جبریہ کا مذہب بول رہا ہوتا ہے۔۔۔ وہی دلائل وہی طریقہ استدلال وہی نتائج۔۔۔ یقین نہ آئے تو آپ البغدادی کی الفرق بین الفرق اور شہرستانی کی الملل والنحل ملاحظہ فرمائیں اور پھر ان کے مراکز (سنٹرز) میں ان کے بیانات سنیں۔

اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین۔۔۔ اگر بات ایسی ہی ہے تو جھوٹے انسان نہیں اللہ جھوٹا والعیاذ باللہ۔۔۔ قاتل انسان نہیں اللہ تعالی قاتل۔۔۔ ظالم انسان نہیں اللہ تعالی ظالم والعیاذ باللہ ۔۔۔ دھوکہ باز انسان نہیں اللہ ۔۔۔ معاذاللہ۔۔۔ نقل کفر کفر نباشد ۔

عجیب تضاد ہے کہ شب و روز مخلوق کی نفی مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کے یقین کا درس لیکن شب و روز مخلوق میں لت پت ۔۔۔ اپنا تو تجربہ یہ ہے کہ مال کی حرص جتنی ان حضرات میں ہوتی ہے اتنی دیگر لوگوں میں نہیں ہوتی۔۔۔ یہ میں کوئی مخالفت کی جذبات میں بہہ کر نہیں کہہ رہا آپ اپنے آس پاس دیکھ لیں اور اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیں۔۔۔ مضاربہ سکینڈل میں آپ نے دیکھا کہ شکاری اوپر سے نیچے سارے یا تقریباً سارے " سال لگائے ہوئے علماء " ہی تو تھے۔۔۔ کوئی کچا پکا مکان ایسا نہ بچا جس میں ان حضرات کا یہ فیض نہ پہنچا ہو۔

اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین۔۔۔ یہ تو آپ کا قول ہے جس کی حیثیت اوپر واضح ہو چکی۔۔۔ یہ تو آپ کا قول ہے لیکن افسوس کہ عمل کچھ یوں ہے۔۔۔

سہ روزے سے ہونے کا یقین ...چلے سے ہونے کا یقین ...چار مہینوں سے ہونے کا یقین ...گشتوں سے ہونے کا یقین...اجتماعات سے ہونے کا یقین ...جہاد سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ...خلافت سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ...بحث میں علمی زبان آگئی۔

عام مسلمانوں کے لئے کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

رائیونڈی اپنے بیٹے سے: بیٹا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جوا کھیلتے ہو، شراب پیتے، ہو فلمیں دیکھتے ہو۔

بیٹا: میں کیا کروں ابو میں تو مخلوق ہوں اور مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ۔۔۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔

رائیونڈی: بیٹا چار مہینے لگاؤ بہت فائدہ ہو گا اور امت کو اس وقت بہت سخت ضرورت ہے۔

بیٹا: اباجان! لگتا ہے کہ آپ کا ایمان خراب ہو گیا ہے ۔۔۔ دیکھیں چار مہینوں سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ۔۔۔اور آپ نے چار مہینوں سے میرے فائدے کا اور میرے نکلنے سے امت کی ضرورت کو کسی حد تک پورا ہونے کا یقین کر لیا۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے بتایا تھا کہ ہمارا یہ کام بہت اونچا کام ہے جہاد سے بھی بہت اونچا ۔۔۔جب جہاد کے لئے ہمارا ایمان نہیں بنا تو ظاہر سی بات ہے چار مہینوں کی تو گرد کے لئے بھی ہمارا ایمان نہیں بنا۔

ایک اور مثال

باپ: بیٹا دکان پر کچھ توجہ دو ہمارے مالی حالات بہت خراب ہو رہے ہیں۔

بیٹا: بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ۔۔۔ دکان سے کچھ بھی نہیں ہوتا ۔۔۔ تم اللہ کے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف سے دکان چلائے گا۔ والعیاذ باللہ

امید ہے بات سمجھ میں آچکی ہو گی اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔